اللہ و محمدؐ کا ولی کہتا ہوں
شمعِ حرمِ لم یزلی کہتا ہوں
لیکن راتوں کو دل کی تسکیں کیلئے
چپکے چپکے علیؑ علیؑ کہتا ہوں

آغوشِ اجل میں مسکرانے والے
ملت کے لئے جان لڑانے والے
سو چین کی نیند اے حسینؑ مظلوم
اسلام کو سوتے سے جگانے والے

نجوم لاکھ ملے آفتاب مل نہ سکا
کوئی بھی ہم لقبِ بوتراب مل نہ سکا
ہر ایک بزم میں ڈھونڈا چراغِ دل لیکر
خدا گواہ علیؑ کا جواب مل نہ سکا

حسینؑ وہ ہے جو کونین میں سما نہ سکے
وہ سر حسینؑ کا ہے جو کوئی جھکا نہ سکے
اٹھائے گا کوئی کیا سر حسینؑ کے آگے
رسولِ پاکؐ تو سجدے سے سر اٹھا نہ سکے

میرا کوئی مقام نہیں بے مقام ہوں
میں بارہویں امامؑ کا ادنیٰ غلام ہوں
جنت کا شوق ہے نہ جہنم کا خوف ہے
میں ذاکرِ حسین علیہ السلام ہوں

رنگ کردار پہ ماحول کا چھانے نہ دیا
نور نے کھینچ لیا نار میں جانے نہ دیا
حرؑ وہ ٹوٹا ہوا شیشہ تھا جسے سرورؑ نے
ایسا جوڑا کہ کوئی بال بھی آنے نہ دیا

میرے سرکار یہ تاخیر جو فرماتے ہیں
منتظر آپکے بے چین ہوئے جاتے ہیں
آپ اپنے جدِ امجد کی طرف غور کریں
وہ تو آواز کے سنتے ہی چلے آتے ہیں

آغوشِ لحد میں جبکہ سونا ہوگا
جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی میں آہ کون ہووے گا انیسؔ
ہم ہوئینگے اور قبر کا کونا ہوگا

سردارِ جوانانِ جناں ہیں حسنینؑ
فرزندِ رسولِ دوجہاں ہیں حسنینؑ
یک نور دو چشمہ ہیں علیؑ و زہراؑ
واللہ کہ ایماں کی جاں ہیں حسنینؑ

جو شریکِ بزمِ شاہِ کربلا ہوجائیگا
وہ گناہوں سے بری روزِ جزا ہوجائیگا
نار سے نکلا ادہرِ واں خلد میں داخل ہوا
کیا خبر تھی حرؑ پہ یوں فضلِ خدا ہوجائیگا

ضربتِ عباسؑ میں ہے ضربتِ حیدرؑ کا رنگ
اُڑ رہا ہے کربلا کے مرحب و عنترؔ کا رنگ
ہے علمدارِ حسینی ہاتھ کو روکے ہوئے
چھا نہ جائے کربلا کی جنگ پہ خیبر کا رنگ

چلا تھا کفر مٹانے پیمبری کے چراغ
مگر حسینؑ نے گل کردیئے اُسی کے چراغ
اندھیروں آؤ میرے گھر سے روشنی لے لو
جلائے بیٹھا ہوں غازی کی حاضری کے چراغ

قطرے کو رھینِ بحرِ مواج نہ کر
شرمندہء تخت و دولت و تاج نہ کر
یارب قسمِ دستِ یداللہ تجھے
اک ہاتھ کو اک ہاتھ کا محتاج نہ کر

ایمان کی زیب و زین کہنا ہی پڑا
اسلام کے دل کا چین کہنا ہی پڑا
دنیا نے بہت کلمہء حق ضبط کیا
پھر چیخ کے یا حسینؑ کہنا ہی پڑا

کام آئیگی تربت میں ولائے حیدرؑ
لیجائیگی جنت میں ثنائے حیدرؑ
بولیں گے نکیرین بچھادے آنکھیں
لینے تجھے ساتھ اپنے وہ آئے حیدرؑ

یارب میرے مرنے کو فسانہ کردے
سمتِ شہِ مظلومؑ روانہ کردے
حسرت ہے کہ ہوں دفن تہہ خاکِ شفا
مٹی میری تسبیح کا دانہ کردے

ہوئی قبول اقامت قیام سے پہلے
نمازیں عرش پر پہنچی سلام سے پہلے
بڑے ہی دانا تھے ذبحِ حسینؑ کے دانے
گئے بہشتِ بریں میں امامؑ سے پہلے

چھوٹی سی لحد زمیں بناتے ہیں حسینؑ
لاشہ علی اصغرؑ کا چھپاتے ہیں حسینؑ
بانوؑ نہ نکل آئے کہیں مقتل میں
خیمے کی طرف دیکھتے جاتے ہیں حسینؑ

ہر چشم سے اشکوں کی روانی ہوجائے
مقبول میری مرثیہ خوانی ہو جائے
فضلِ باری سے ہوں دو آنسو جاری
ساون کی گھٹا شرم سے پانی ہوجائے

مدحِ حیدرؑ نہ کروں قائلِ قرآں ہوکر
کیوں میں کعبے سے پھر جاؤں مسلماں ہوکر
انکا وعدہ ہے کہ ہم قبر میں آئینگے ضرور
کیوں نہ مرجاؤں میں اس وعدے پہ قرباں ہوکر

عباسؑ کی نگاہ میں کیا فوجِ شام ہے
عباسؑ مرتضیٰؑ کی تمنا کا نام ہے
بارہ امام مذہبِ اسلام میں ہوئے
یہ مذہبِ وفا کا اکیلا امام ہے

لاکھوں میں کوئی ایک نہ سرور ہوتا
عباسؑ کا زور زورِ حیدرؑ ہوتا
افسوس کہ لڑنے کی اجازت نہ ملی
ورنہ درِ کوفہ درِ خیبر ہوتا

فطرت نے جو اشکوں میں مزہ رکھا ہے
منسوب اسے شاہِ شہدا رکھا ہے
دنیا غمِ شبیرؑ کو سوچے سمجھے
ہم نے تو کلیجے سے لگا رکھا ہے

دنیا سے اٹھا لیکے جو نامِ حیدرؑ
کوثر کو چلا برِ سلامِ حیدرؑ
عصیاں ہوئے سدِراہ تو رضواں نے کہا
آنے دو اسے یہ ہے غلامِ حیدرؑ

یہ بات الگ ہے تجھے تسلیم نہیں ہے
دستورِ خدا میں کہیں ترمیم نہیں ہے
ہے نورِ خدا احمدؐ و حیدرؑ میں برابر
یہ حکمِ مساوات ہے تقسیم نہیں ہے

حضرتِ عباسؑ شاہِ لافتیٰ کے شیر ہیں
خندق و خیبر کے وہ یہ کربلا کے شیر ہیں
کیوں نہ ہوں ہر جنگ میں یہ مثلِ حیدرؑ فتحیاب
وہ خدا کے شیر یہ شیرِ خدا کے شیر ہیں

ماں کہتی تھی کیا ملال جھیلے ہونگے
بہنیں نہیں ہیں پاس کس سے کھیلے ہونگے
ہے رات اندھیری وہ ڈراؤنا جنگل
اصغرؑ مورے قبر میں اکیلے ہونگے

یوں کربلا میں ایک مسلمان آگیا
کچھ آیتیں لئے ہوئے قرآن آگیا
وہ آگئے حسینؑ ہتھیلی پہ سر لئے
اسلام جی اٹھا کہ نگہبان آگیا

ہوگئے بے نیاز ہم سب سے
خادمِ پنجتن ہوئے جب سے
یہ وسیلہ عجب وسیلہ ہے
ہاتھ پکڑا ملا دیا رب سے

جب آئے حرم شام سے کرتے ہوئے فریاد
مقتل میں ہوئی سینہ زنی حد سے زیاد
قبرِ شہدأ پہ جس گھڑی دفن کے بعد
پانی چھڑکا تو خوب روئے سجادؑ

علیؑ کو فاتحِ بدر و حنین کہتے ہیں
اور حسنؑ کو نورِ شہِ مشرقین کہتے ہیں
وفا کی منزلِ آخر کا نام ہے عباسؑ
کمالِ صبر و رضا کو حسینؑ کہتے ہیں

حسینؑ عالمِ امکاں میں سرفراز ہے تُو
خدا کے بعد زمانے میں کارساز ہے تُو
یہ شک مٹا دیا ہم نے نیاز دے دے کر
کہیں سمجھ نہ لے دنیا کہ بے نیاز ہے تُو

کرار کا فرزند تھا کرار رہا
جرار کا دلبند تھا جرار رہا
گھر میں پردیس میں اور تہہ خنجر بھی
جس بات سے انکار تھا انکار رہا

کچھ عجب شان سے مرضیٔ الٰہی لے لی
دیں کے رہبر جو ہوئے دین پناہی لے لے
سونے والے تیرے بیدار نصیبے کی قسم
قبضہ بستر پہ کیا ساری خدائی لے لی

اس طرح طے منزلِ صبرورضا زینبؑ نے کی
امتِ جد کیلیئے حق سے دعا زینبؑ نے کی
واقعہ میں کربلا کے رنگ دونوں نے بھرا
ابتدا شبیرؑ نے کی انتہا زینبؑ نے کی

لاالہ تو پڑھ لیا اب لے مزہ تاثیر کا
لاالہ کی تہہ کے نیچے خون ہے شبیرؑ کا
لاالہ کے پڑھنے والو لاالہ سے پوچھ لو
لاالہ تو بچ گیا گھر لٹ گیا شبیرؑ کا

سقائے حرم نے جو نہ پایا پانی
غیرت سے تہہ خاک سمایا پانی
کیا عشق ہے کوثر پر سکینہؑ کے بغیر
عباسؑ نے منہ سے نہ لگایا پانی

بہیں کتنے ہی اشک آنکھوں سے دریا ہو نہیں سکتا
ہزاروں جلوے ہوں خالق کا جلوہ ہو نہیں سکتا
علیؑ کے ماسوا انساں کوئی بھی ہو اے ماتھرؔ
خدا کے گھر میں مر سکتا ہے پیدا ہو نہیں سکتا

ہیں یہی سطوتِ باطل کے مٹانے والے
کشتیٔ عظمتِ اسلام بچانے والے
کربلا آج بھی کردار کا آئینہ ہے
ایسے ہوتے ہیں محمدﷺ کے گرانے والے

بغور سُن لے زمانہ حسینؑ ایسے تھے
بقا فنا کو بنایا حسینؑ ایسے تھے
چھری کے نیچے وہ خالق سے پیار کی باتیں
اجل کو ہوگیا سکتہ حسینؑ ایسے تھے

نظر چراؤ تو دل اور دماغ جلتے ہیں
جنونِ عشق میں سینے کے داغ جلتے ہیں
ترابیوں نہ ڈرو قبر کے اندھیرے سے
تمہاری قبر میں چودہ چراغ جلتے ہیں

میں یہ نہیں کہتا کہ برابر تھے علیؑ
پر احمدؐ مرسل کے برابر تھے علیؑ
معراج کی شب کھل گیا احوال تمام
باہر تھے نبیؐ پردے کے اندر تھے علیؑ

عباسؑ کے لاشے پہ نبیﷺ روئے ہیں
بازو شہ والا کے لئے کھوئے ہیں
احسانِ علمدارؑ نہ بھولیں گے شمیم
ایک مشک سے لاکھوں کے گناہ دھوئے ہیں

کہتے ہیں کہ اک ہُوک اٹھی قبرِ نبیؐ سے
جب قبرِ نبیؐ پر یہ کہا جاکے کسی نے
اے شاہِ اممؐ شام کی راہوں میں کئی بار
مڑ مڑ کے پکارا ہے تمہیں بنتِ علیؑ نے

ہو سلام اُس پہ جو قیدی بھی ہے بیمار بھی ہے
پاؤں میں آبلے ہیں آبلوں میں خار بھی ہے
کہتا تھا طوقِ گراں آیا میرے حصے میں
ورنہ اِس فوج میں خنجر بھی ہے تلوار بھی ہے

امتحانِ عاشقی میں کیف پاتے ہیں حسینؑ
انتہائی مشکلوں میں مسکراتے ہیں حسینؑ
لافتٰی الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار
پڑھتے جاتے ہیں فرشتے بڑھتے جاتے ہیں حسینؑ

علیؑ جناب بھی بازوئے آنجناب بھی ہے
خدا کا شیر بھی ہے اور بوتراب بھی ہے
صفوں کو جوڑنے والا علیؑ بوقت نماز
اگر ہو جنگ تو پھر صف شکن خطاب بھی ہے

کوئی کیا جانے احترامِ علیؑ
کوئی سمجھا نہیں مقامِ علیؑ
اسمِ اعظم کے ڈھونڈنے والو
اسمِ اعظم فقط ہے نامِ علیؑ

وفا کو ناز ہے جس پر اسے عباسؑ کہتے ہیں
لگے جو ثانیء حیدرؑ اسے عباسؑ کہتے ہیں
جو پتھر پر علم گاڑے اسے کہتے ہیں سب حیدرؑ
علم گاڑے جو پانی پر اسے عباسؑ کہتے ہیں

جب حُر کا گناہ شاہِ اممؑ نے بخشا
قطرے کو شرف بحرِ کرم نے بخشا
گردوں سے ندا آئی کہ اے پیارے حسینؑ
بخشا جسے تُو نے اسے ہم نے بخشا

ایمان کی تصویر نظر آتی ہے
قرآن کی تفسیر نظر آتی ہے
اللہ تیرے گھر کی فضا اے زہراؑ
تطہیر ہی تطہیر نظر آتی ہے

چھوٹی سے لحد زمیں بناتے ہیں حسینؑ
لاشہ علی اصغرؑ کا چھپاتے ہیں حسینؑ
بانوؑ نہ نکل آئے مقتل میں
خیمے کی طرف دیکھتے جاتے ہیں حسینؑ

لحد ہو بند مگر حسرتِ دلی نکلے
صدا مزار سے یارب ولی ولی نکلے
فرشتے قبر میں پوچھیں جو رشتہ ء الفت
تو ہر ایک تارِ کفن سے علیؑ علیؑ نکلے

جب موت کا شیعوں کو پیام آتا ہے
تائید کو حیدرؑ سا امامؑ آتا ہے
اللہ رے یہ فرشِ عزائے شبیرؑ
اِس پہ پسرِ فاطمہؑ کام آتا ہے

علیؑ کے لعل تھے شاہِ انام ہوجاتے
شریکِ آلِ نبی لا کلام ہوجاتے
وقارِ حضرتِ عباسؑ کم نہیں تھا قمرؔ
پلاتیں دودھ جو زہراؑ امام ہوجاتے

اکبرؑ نے کہا دعائیں بابا پڑھنا
قرآن میرے لاشے پہ بہت سا پڑھنا
شاید کہ میرے لاشے پہ قاصد آجائے
تلقین کے بدلے خطِ صغراؑ پڑھنا

کیا مرتبہ سلطانِ حجازی کا ہے
کیا عز و شرف امامِ غازی کا ہے
سجدے کا نشاں دیکھ کے سب کہتے تھے
نیزے پہ یہ سر کسی نمازی کا ہے

احمدؐ کی محبت میں مزہ ملتا ہے
اور روزِ جزا اُسکا صلہ ملتا ہے
کیا نامِ محمدؐ ہے پڑھو صلِ علیٰ
اس نام کے لینے سے خدا ملتا ہے

دریا سے سکینہؑ کا جو سقی نکلا
سقائی کا ارمان نہ اصلا نکلا
پانی میں ملا بہہ کر لہو تو کہا
دریا بھی میرے خون کا پیاسہ نکلا

کہاں سے لاؤں زباں مدحِ فاطمہؑ کیلئے
خدا پہ چھوڑدو اس بات کو خدا کیلئے
یہ بات کافی ہے بس مدحِ فاطمہؑ کیلئے
حسینؑ دیدیا اسلام کی بقا کیلئے

کبھی فلک سے کبھی عرش سے سلام آیا
کبھی شہادتِ عظمیٰ کا بھی پیام آیا
خدا تو کام ہی آتا ہے سارے بندوں کے
حسینؑ بندہ وہ ہے جو خدا کے کام آیا

جمے تھے ظلم و ستم کے مقابلے میں حسینؑ
علیؑ کی مثل تھے حق کے معاملے میں حسینؑ
بلند تھے سرِ محفل نبیؐ کے ہاتھوں پر
غدیرِ خم میں علیؑ اور مباہلے میں حسینؑ

جمالِ عشق و محبت کا آئینہ عباسؑ
کمالِ عزم و عمل پیکرِ وفا عباسؑ
لبِ فرات وہ جوہر دکھائے تُو نے
علیؑ کی روح پکاری کہ مرحبا عباسؑ

ذکرِ رسولؐ فرض ہے نامِ خدا کے بعد
پڑھئے درود تزکرہء مصطفیٰؐ کے بعد
سبطِ نبیؐ کی طرح توقیر کیجئے
نامِ حسینؑ لیجئے صلِ علیٰ کے بعد

حق نے اپنے نور سے پہلے بنائے پنجتن
پھر زمیں پر صورتِ قرآن آئے پنجتن
جس طرح تطہیر میں یکجا ہوئے ہیں پانچ تن
اس طرح ذاتِ محمدؐ میں سمائے پنجتن

اعزازِ مصطفیٰؐ میں شریعت کھڑی رہی
دروازہء بتولؑ پہ رحمت کھڑی رہی
دوشِ نبیؐ پہ سجدے میں آ کر چڑھے حسینؑ
بیٹھے رہے حسینؑ عبادت کھڑی رہی

حیدرؑ کی عطا پہ ہل اتی شاہد ہے
شمشیر زنی پہ لافتیٰ شاہد ہے
کعبے کی ولادت کے محمدؐ ہیں گواہ
مسجد کی شہادت کا خدا شاہد ہے

فاطمہؑ کا مہ لقا بزمِ شہادت کا چراغ
ہوگیا رخصت جلا کر بن میں وحدت کا چراغ
رہ گئی تنہا اندھیرے بن میں جب لاشِ حسینؑ
خودبخود گُل ہوگیا زہراؑ کی تربت کا چراغ

میں تولّا سے عبادت کا بھرم رکھتا ہوں
دردِ دل سوزِ جگر دیدہء نم رکھتا ہوں
قوّتِ دل کیلئے ذکر خدا سے پہلے
یاعلیؑ کہہ کے مصلے پہ قدم رکھتا ہوں

تیغِ حیدرؑ سے بچا کب کوئی خود سر باقی
امر باقی نہ کہیں مرحب و عنتر باقی
آمدِ بنتِ اسد کی ہے نشانی موجود
آج تک کہتی ہے دیوار کہ ہے در باقی

عابدؑ سا جگر دار نہ دیکھا نہ سنا
اور قافلہ سالار نہ دیکھا نہ سنا
اسلام کو جو صحتِ کامل بخشے
ایسا کوئی بیمار نہ دیکھا نہ سنا

اوج پر نامِ حسینؑ ابنِ علیؑ بڑھتا گیا
حد ہے ہر شے کی مگر یہ حد سے بھی بڑھتا گیا
ماہِ نو گھٹ کر بڑھا بڑھکر گھٹا پھر بڑھ گیا
چاند زہراؑ کا بڑھا ایسا کہ پھر بڑھتا گیا

ذی حج میں غم و درد کی طغیانی ہے
عشرے کی طرح اس میں بھی ویرانی ہے
رو لو کہ محرم بھی قریب آیا
مسلمؑ کی نویں کو ہوئی قربانی ہے

رہ گئی دشت میں تنہا تو وطن یاد آیا
پانی دیکھا تو ہر اک تشنہ دھن یاد آیا
لیکے ہر چیز مدینے سے چلی تھی زینبؑ
لاش پر بھائی کے پہنچی تو کفن یاد آیا

دنیا مجھے ایسا کوئی معمار بتادے
بہتے ہوئے پانی پہ جو دیوار بنادے
اصغرؑ جو چلے رن کو تو زینبؑ نے دعا دی
اللہ تجھے حیدرِ کرارؑ بنادے

اکبرؑ نے جو گھر موت کا آباد کیا
صغراؑ کو دمِ نزع بہت یاد کیا
ہچکی جو اجل کی آئی تو اکبرؑ نے کہا
شاید میری صغراؑ نے مجھے یاد کیا

دردوالم کا مرکز احساس بن گئی
بے آس قافلے کیلئے آس بن گئی
دن ڈھل گیا تو شامِ غریباں کے ساتھ ہی
بیٹی علیؑ کی حضرتِ عباسؑ بن گئی

وہ نور جس کو شہِ مشرقین کہتے ہیں
اسی کو نورِ خدا نورِ عین کہتے ہیں
بکھر گیا تو یہی نور کائنات بنا
سمٹ گیا تو اسی کو حسینؑ کہتے ہیں

خدا کا حکم ہے کعبے میں در بنا جو چکے
فرشتہ دیکھ لے میہمان کا قدم نہ رکے
بلند ہو قدِ آدم سے اتنا دروازہ
بتوں کے سامنے بنتِ اسد کا سر نہ جھکے

ممتاز علیؑ کو ہر بشر سے پایا
مقام خدائے بھروبر سے پایا
پہلے ملے علیؑ خدا کے گھر سے
پھر خدا کو علیؑ کے گھر سے پایا

بن ٹھن کے ہزار بار آئی دنیا
پر چشمِ علیؑ میں نہ سمائی دنیا
جتنا کہ اٹھایا درِ خیبر کو بلند
نظروں سے اُسی قدر گرائی دنیا

چمکتا ہے کہاں افلاک پہ مہرِ مبیں ایسا
کہاں ہوگا ولایت کی انگوٹھی میں نگیں ایسا
خدا محفوظ رکھے چشمِ بد سے حُسنِ حیدرؑ کو
بڑی مشکل سے پایا ہے نبیؐ نے جانشیں ایسا

کیا خوب علیؑ کی زندگانی گزری
ہر ساعت عبادت میں سہانی گزری
سجادہء طاعت پہ رہے پیری میں
میدانِ شجاعت میں جوانی گزری

خوشی سے سر کو کٹائے کوئی تو ہم جانیں
خود اپنے گھر کو لٹائے کوئی تو ہم جانیں
بشر جہان میں خدا بھی بنا نبی بھی بنا
حسینؑ بن کے دکھائے کوئی تو ہم جانیں

ہم کیا بتائیں آپکو کیسے حسینؑ ہیں
خالق کو اِن پہ ناز ہے ایسے حسینؑ ہیں
حق کی رضا میں دین پہ گھر کو کیا نثار
دنیا میں ایسا کون ہے جیسے حسینؑ ہیں

شانِ مظلومی وغربت کے دکھانے والے
کام بگڑے ہوئے خلقت کے بنانے والے
صفحہء دہر میں ابتک ہے تیرا نام حسینؑ
مٹ گئے خود تیری ہستی کے مٹانے والے

فرازِدار سے میثمؒ بیاں دیتے ہیں
رہیگا ذکرِ علیؑ ہم زباں دیتے ہیں
صفیں بناؤ محبو کہ دار پہ میثمؒ
نمازِ عشقِ علیؑ کی اذاں دیتے ہیں

جسکی عینِ حرمِ حق میں ولادت ہوجائے
کیوں نہ وہ قبلہء اربابِ ارادت ہوجائے
اُسکی خود اپنی عبادت کی ادا کیا ہوگی
جسکے چہرے پہ نظر کرنا عبادت ہوجائے

گیتی پہ فلک کا ماہ پارہ اترا
لیکر درِ حیدرؑ کا سہارا اترا
اللہ رے زہراؑ کی عبادت کا شرف
تسبیح بنانے کو ستارہ اترا

یہ بزمِ عزائے پسرِ زہراؑ ہے
بیٹھو با ادب یاں گزرِ زہراؑ ہے
رومال میں ہر اشک جمع کرتی ہیں
ہر چشم کے اوپر نظرِ زہراؑ ہے

اصحاب نے پوچھا جو علیؑ کو دیکھا
معراج میں حضرت نے کسی کو دیکھا
کہنے لگے مسکرا کے محبوبِ خدا
واللہ جہاں دیکھا علیؑ کو دیکھا

مجھ سے بے زر کو اگر چاہیں تو حیدرؑ دیدیں
تاج سلطانی کا دیں تختِ سکندر دیدیں
اُنکے دینے کی ہے کیا حد وہ یداللہ ٹھرے
وہ اگر چاہیں تو اللہ کا سب گھر دیدیں

ہر ایک وصف جو کہ رسولِ خدا میں ہے
وہ وصف بالیقین حسنِ مجتبیٰؑ میں ہے
غصے پہ ہے خدا کو بھی قابو انہیں بھی ہے
جو بات ہے خدا میں وہی ناخدا میں ہے

اپنی رحمت کو ذرا اور بھی وسعت دیدے
پرسشِ حشر سے پہلے مجھے جنت دیدے
تجھ کو منظور نہیں گر تو خطا میری معاف
مجھ کو اشکِ غمِ شبیرؑ کی قیمت دیدے

حق کے اوپر کربلا میں سر کٹاتے ہیں حسینؑ
اے مسلمانوں تمہیں جینا سکھاتے ہیں حسینؑ
حق و باطل کا ہوا یوں کربلا میں فیصلہ
قتل کرتا ہے یزید اور فتح پاتے ہیں حسینؑ

بازوئے شہنشائے اُمم آتا ہے
کس شان سے سقائے حرم آتا ہے
غل ہے یہ لعینوں میں کہ ہشیار رہو
عباسِ علیؑ لیکے علم آتا ہے

ہری ہے شاخِ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے ابھی بجھی تو نہیں
وہ تیغِ ظلم سے گردن شہیدِ اعظم کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

ولائے آلِ پیمبرؐ سے جن کو کام نہیں
وہ جی رہے ہیں مگر زندگی کا نام نہیں
زمانہ دیکھ لے تسبیحِ عصمتِ زہراؑ
بھلا وہ کونسا دانہ ہے جو امامؑ نہیں

حسینؑ ابنِ علیؑ عباسؑ ابنِ حیدرِؑ صفدر
سپرِ امام کی وقتِ امتحاں یہ بھی ہیں اور وہ بھی
مگر ام البنینؑ کو حضرتِ زہراؑ سے کیا نسبت
یہ ہے عباسؑ کی قسمت کہ ماں یہ بھی ہیں اور وہ بھی

ذکرِ مظلوم جو ہر سال کیا کرتے ہیں
زخمِ دل اشکوں کی ڈوری سے سیا کرتے ہیں
کوئی مانے یا نہ مانے پہ حقیقت یہ ہے
غمِ اولادِ پیمبرؐ میں جیا کرتے ہیں

وہ نورِ حق رخِ مولا سے آشکارا ہے
کہ جس کے سامنے خورشید بھی ستارا ہے
قمر میں داغ ہے تشبیہ اُس سے دوں کیونکر
یہ نور وہ ہے کہ قرآں بھی جسکا پارا ہے

گر معرفتِ حیدرِ ثانی ہوجائے
کچھ اور ہی اندازِ جوانی ہوجائے
عباسِؑ علیؑ کہہ کے اٹھائے جو قدم
ہو آگ کا دریا بھی تو پانی ہوجائے

ہم تو حق بات کہیں گے کہ زباں رکھتے ہیں
بت شکن کفر شکن عزمِ جواں رکھتے ہیں
دوشِ احمدؐ سے بہت مہرِ نبوت ہے قریب
دیکھنا یہ ہے علیؑ پاؤں کہاں رکھتے ہیں

پہلے یہ مان لے کہ ہیں مشکل کشا علیؑ
پھر دیکھ تیرے واسطے کرتے ہیں کیا علیؑ
ٹل جاتی ہیں ہماری تو ساری مصیبتیں
ہم جب کبھی خلوص سے کہتے ہیں یا علیؑ

علیؑ و فاطمہؑ کے نورِ عین دیدینگے
مزاج دانِ مشیت ہیں چین دیدینگے
جو بات آئی پسر کی کہا یہ راہب نے
اگر خدا نہیں دیگا حسینؑ دیدینگے

رشتہ غمِ سرور سے لگا رکھا ہے
جز پنجتن پاک کیا رکھا ہے
ہم مرگئے ہوتے غمِ سرور کی قسم
اس مرثیہ خوانی نے جلا رکھا ہے

بندہ کوئی اسرارِ خدا کیا جانے
طاعت واجب ہے دل سے اتنا جانے
اللہ و محمدؐ و علیؑ ہیں مولا
مولا، مولا کا فرق مولا جانے

خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے
روشن ہے دبیرؔ پر یہ جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب ہے مزارِ حیدرؑ
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

سوتے ہی کب تھے ساقیء کوثر تمام رات
کرتے تھے ذکرِ خالقِ اکبر تمام رات
بیدار بختیء شبِ ہجرت گواہ ہے
بس ایکبار سوئے ہیں حیدرؑ تمام رات

یوں پانی وہ فاطمہؑ کا جانی مانگے
یعنی علی اصغرؑ کی زبانی مانگے
یوں شمر کہے یہ حُرملہ سے مار وہ تیر
جس تیر کا مارا نہ کبھی پانی مانگے

کیا پیاس تھی جس سے سارا لشکر تپا
کیا زخمِ سناں تھا جس سے اکبرؑ تپا
مچھلی بھی نہ تڑپے کبھی یوں خشکی میں
جس طرح سے تیر کھا کے اصغرؑ تپا

جلوہ رخِ تاباں کا دکھا دو مجھکو
چین آئے کس طرح یہ بتا دو مجھ کو
پردہ شبِ معراج یہی کہتا تھا
گر غیر نہیں ہے تو اٹھا دو مجھکو

جب ہواؤں میں نمی محسوس کی عباسؑ نے
احتیاطاً سانس اپنی روک لی عباسؑ نے
موجِ کوثر سر اٹھا کر دیکھتی ہی رہ گئی
اتنی اونچائی پہ رکھ دی تشنگی عباسؑ نے

میری نجات کو شہِ مشرقینؑ ملے
جنابِ فاطمہ زہراؑ کے نورِ عین ملے
یہی دعا ہے کہ محشر کے سخت لمحوں میں
تجھے یزید ملے اور مجھے حسینؑ ملے

عباسؑ نے وہ کام کیا ہے حیات میں
عنوان بن گیا ہے وفا کی کتاب میں
دنیا سمجھ رہی تھی کہ بھرتا ہے مشک کو
بیعت ڈبورہا تھا وہ سقہ فرات میں

جو روضے میں باریاب ہوجاتا ہے
وہ اوج میں لاجواب ہو جاتا ہے
جلتا ہے جو شب کو قبرِ حیدرؑ پہ چراغ
وہ صبح کو آفتاب ہو جاتا ہے

جسے حق حیدرِ کرارؑ کردے
وصیء احمدِؐ مختار کردے
وہ کیا چاہے خلافت اور حکومت
خدا بننے سے جو انکار کردے

شمر نے شہؑ سے کہا کوئی یاور ساتھ ہے
عاشقِ حق نے کہا روحِ پیمبرؐ ساتھ ہے
جو تجھے کرنا ہو کرلے سجدے میں جاتا ہوں میں
گو نہیں اکبر مگر اللہ و اکبر ساتھ ہے

میری زبان پہ جسدم علیؑ کا نام آیا
محمدِؐ عربی کا مجھے سلام آیا
علیؑ کا نام ہی اعظم وہ اسمِ اعظم ہے
کہ جس نے انکو پکارا اُسی کے کام آیا

امتحانِ عاشقی میں کیف پاتے ہیں حسینؑ
انتہائی مشکلوں میں مسکراتے ہیں حسینؑ
لا فتیٰ الاّ علیؑ لا سیف الاّ ذوالفقار
پڑھتے جاتے ہیں فرشتے بڑھتے جاتے ہیں حسینؑ

سر غیر کے آگے نہ جھکانے والا
نیزے پہ بھی قرآن سنانے والا
اسلام سے کیا پوچھتے ہو کون حسینؑ
اسلام کو اسلام بنانے والا

شب تیرگیء ذوق پایا تُو نے
احساس کا معجزہ دکھایا تُو نے
سوئی ہوئی دنیا کو جگا کر مولا
جاگے ہوئے فتنے کو سلایا تُو نے

تُو نے حسینؑ خاک کا رتبہ کا بڑھا دیا
صحرائے نینوا کا مقدر جگا دیا
اپنے لہو سے دشت میں روشن کئے چراغ
فرشِ زمیں کو عرشِ معلیٰ بنا دیا

حاصل علیؑ کے گھر کو عجب امتیاز ہے
سجدہ جہاں جہاں ہے ضربت نماز ہے
اک ضرب ہے عبادتِ ثقلین پہ بلند
اک سجدہء وفا پہ شہادت کو ناز ہے

جہاں میں صبر و تحمل کے آسماں ہیں حسینؑ
مٹا سکا نہ جسے ظلم وہ نشاں ہیں حسینؑ
یزید تیری خودی نے تجھے فریب دیا
تیرا خیال غلط تھا کہ ناتواں ہیں حسینؑ

حر کو شبیرؑ نے جب رن کی اجازت دیدی
نار کو نور کیا اور شہادت دیدی
کیا سخاوت ہے حسینؑ ابن علیؑ کی واللہ
جام کوثر کا دیا رہنے کو جنت دیدی

دریا پہ جو عباسِ علمدارؑ گئے
ظاہر میں وہ پانی کے طلبگار گئے
تھا بیچ میں دریائے شجاعت حائل
دو ہاتھ میں اِس پار سے اُس پار گئے

تکمیلِ عبادت کے لئے آیا ہوں
محشر میں شفاعت کے لئے آیا ہوں
چہرے سے ہٹادیجئے غیبت کی نقاب
مولا میں زیارت کے لئے آیا ہوں

لاشے پہ جب حسینؑ کے آئی زینبؑ
آفت کے سخن لب پہ یہ لائی زینبؑ
بھائی نہ ملے گا مجھے تجھ سا بھائی
ڈھونڈے گی اگر ساری خدائی زینبؑ

کیا حرؑ نے شرف علیؑ کے گھر سے پایا
کیا مرتبہ شاہِ بحر و بر سے پایا
تھی آرزوئے بہشت و آبِ کوثر
یہ باپ سے پایا وہ پسر سے پایا

تلاش سجدوں نے کی پر کوئی جبیں نہ ملی
جبیں ملی تو کہیں سجدے کو زمیں نہ ملی
حسینؑ آپ نے آغوشِ عافیت میں لیا
پناہ دین محمدؐ کو جب کہیں نہ ملی

سوز

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرکفن کانپ رہا ہے
خود قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو
جبریلؑ لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

آج سردار و علمدارؑ جدا ہوتے ہیں
شہؑ ادھر روتے ہیں عباسؑ اُدھر روتے ہیں
یہ بیاں کرکے حسینؑ اشکوں سے منہ دھوتے ہیں
بھائی کو بخششِ امت کیلئے کھوتے ہیں
کسطرح صبر کریں صبر نہیں آتا ہے
خلق سے فوجِ حسینؑ کا نشاں جاتا ہے

تاریخ دوسری تھی کہ داخل ہوئے امام
اور تیسری کی صبح کو آئی سپاہِ شام
چوتھی کو شمر کے ہوئی آنے کی دھوم دھام
اور پانچویں کو دشتِ ستم بھر گیا تمام
نرغہ ہوا چھٹی سے شہ مشرقین پر
ہفتم سے بند ہوگیا پانی حسینؑ پر

جب بے چراغ قبرِ رسولِؐ خدا ہوئی
یعنی بتولؑ صاحبِ رختِ عزا ہوئی
زینبؑ ہزار بار اسیرِ جفا ہوئی
لوٹی گئی اسیر ہوئی بے ردا ہوئی
یہ اور ظلم ہے فلکِ بد خصال کا
کوفے میں داخلہ ہے محمدؐ کی آل کا

زینبؑ دلِ حبیبِؐ الٰہی کا چین ہے
زینبؑ نظیرِ فاتحِ بدر و حنین ہے
زینبؑ جنابِ فاطمہؑ کی نورِ عین ہے
زینب شریکِ کارِ امامِ حسینؑ ہے
زینبؑ حسینیت کی مکمل کتاب ہے
زینبؑ یزیدیت کا مدلل جواب ہے

عطرِ گلِ حدیقہء ایماں حسینؑ ہے
تازی ہو جس سے روح ہو ریحاں حسینؑ ہے
زانو نبیؐ کا رحل ہے قرآں حسینؑ ہے
پانی ملا نہ جس کو وہ مہماں حسینؑ ہے
صحرائے کربلا میں ہوا کیا بری چلی
فاقہ تھا تیسرا کہ گلے پر چھری چلی

لڑچکے جب رفقا شہؑ کے ستمگاروں سے
اور قاسمؑ بنا ٹکڑے ہوا تلواروں سے
پسرِ سعد نے پوچھا یہ خبرداروں سے
کون اب آئیگا شبیرؑ کے غمخواروں سے
بولا وہ باقی لڑائی بڑی تلوار کی ہے
آمد اب فوجِ حسینی کے علمدار کی ہے

جسدم نظر سے بانوؑ کے اکبرؑ نہاں ہوئے
تڑپا یہ دل کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے
بولی کہ میری جان روانہ کہاں ہوئے
غم کس کا کیجئے نامِ خدا اب رواں ہوئے
عشقِ پدر اُنہیں ہمیں اِنکا خیال ہے
مڑکر ادھر نہ دیکھا کہ کیا ماں کا حال ہے

نشانِ فاتحِ بدروحنین ہیں زینبؑ
علیؑ کی جان تو زہراؑ کا چین ہیں زینبؑ
غریب مثلِ شہِ مشرقین ہیں زینبؑ
ثبات و عزم میں بالکل حسینؑ ہیں زینبؑ
کھلے جو بال تو خود ظلم کو حجاب آیا
پڑھا جو خطبہ تو کوفے میں انقلاب آیا

زہراؑ کی طرح صاحبِ توقیر ہیں زینبؑ
ہمشیرِ حسنؑ خواہرِ شبیرؑ ہیں زینبؑ
پروردہء گہوارہء تطہیر ہیں زینبؑ
بنتِ شہِ کونین کی تصویر ہیں زینبؑ
تمثیل نہیں ہے کوئی عالی نصبی کی
بیٹی ہیں علیؑ کی تو نواسی ہیں نبیؐ کی

قتل جب مسلمِ مظلومؑ ہوا کوفے میں
خوں مدینے کے مسافر کا بہا کوفے میں
اُنکے بیٹوں کا نشاں جب نہ ملا کوفے میں
حُکم یہ حاکمِ کوفہ نے دیا کوفے میں
ڈھونڈو جس جا ہو چھپے نورِ نظر مسلمؑ کے
قید سے بھاگنے پائیں نہ پسر مسلمؑ کے

یارو کریم وہ ہے جو وعدہ وفا کرے
بے مثل ہے سخی وہ جو سر بھی عطا کرے
غازی وہ ہے بلا میں جو تنہا وغا کرے
صابر وہ ہے جو فاقوں میں شکرِ خدا کرے
کس فرد میں یہ دفترِ جاہ وجلال ہے
واللہ اک حسینؑ میں یہ سب کمال ہے

تو اپنے ایک جام پہ نازاں ہے ساقیا
چودہ پلانے والے ہیں پرواہ ہے مجھ کو کیا
بتلائے دیتا ہوں تجھے میخانوں کا پتہ
بطحا و کاظمین و خراسان و سامرا
خورشید مدعا میرا برجِ شرف میں ہے
اک کربلا میں اک مرا ساقی نجف میں ہے

مغرور کیوں ہے جام پہ تو اپنے ساقیا
میں دو سرا میں رکھتا ہوں چودہ کا آسرا
کوئی نجف میں ہے کوئی مابینِ سامرا
یثرب میں کوئی طوس میں ہے میرا مدعا
یکتا ہے مے فروش میرے مشرقین میں
کوئی ہے کربلا میں کوئی کاظمین میں

جب چلا اپنے وطن سے باد شاہِ کربلا
اپنے لشکر کا علم عباسِ غازی کو دیا
مادرِ عباسؑ نے جس وقت یہ مژدا سنا
ہاتھ اٹھا کر مہر و شفقت سے لگی کرنے دعا
خدا رکھے جہاں میں فاطمہ کی آل کو
اور مبارک ہو علم میرے علی عباسؑ کو

پہنچی یہ سکینہؑ کو خبر جبکہ کسی سے
دریا پہ لڑائی ہوئی عباسِ علیؑ سے
سن کے لگی کہنے وہ تب اپنی چچی سے
آخر یہ ہوا صدمہ میری تشنہ لبی سے
سنتی ہوں کے دریا کے کنارے گئے عباسؑ
کیا جانئے جیتے ہیں کہ مارے گئے عباسؑ

سحر کو آلِ نبیؐ جب میانِ شام آئے
عزائے شاہ میں گریان و تشنہ کام آئے
عریضہ چاک گریبان پھٹے تمام آئے
تماشے کیلئے یہ کہہ کے خاص و عام آئے
مقامِ سیر ہے بھوکی پیاسیاں آئیں
چلو چلو کہ نبیؐ کی نواسیاں آئیں

رلا رہی ہے دلوں کو لٹی ہوئی سرکار
نہ پیدلوں کے پرے ہیں نہ مرکبوں کی قطار
اجڑ گیا وہ چمن ہوگئی خزاں وہ بہار
نہ کوئی حاجب و درباں نہ کوئی خدمتگار
مقام ہُو کا ہے جس جا نگاہ پڑتی ہے
حضور کے درِ دولت پہ خاک اڑتی ہے

گزرِ منزلِ تسلیم رضا مشکل ہے
سہل ہے عشقِ بشر عشقِ خدا مشکل ہے
وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے
جن کے رتبے ہیں سوا اُنکو سوا مشکل ہے
یہ فقط کام ہوا فاطمہؑ کے جانی سے
مشکلیں جتنی پڑیں کاٹیں سب آسانی سے

جب وعدے پہ شبیرؑ نہ پھر آئے سفر سے
صغراؑ نے کہا اب نہ ملونگی میں پدر سے
تپ آتی ہے بیتاب ہوں میں دردِ جگر سے
مدت ہوئی نکلے ہوئے سب کنبے کو گھر سے
کیا پانی سفر میں بھی نہیں پاتے ہیں بابا
جب پانی میں پیتی ہوں تو یاد آتے ہیں بابا

جب ہوا لشکرِ اسلام صف آرا رن میں
جنگ کا ہوچکا سامان جب سارا رن میں
اور لعینوں نے جوانوں کو پکارا رن میں
کیا اسد نے رفیقوں کو یہ اشارہ رن میں
یعنی مت دیر کرو سر جسے کٹوانا ہے
جائے دنیا سے وہ جنت میں جسے جانا ہے

جبکہ زنداں میں سکینہؑ کو مقدر لایا
بچپنے کی جو اسیری تھی تو دم گھبرایا
رو کے کہتی تھی کہ اماں یہ عجب گھر پایا
آؤ بابا کہ میرا دم ہے لبوں پر آیا
روئی بھی راہ میں آ کر نہ کیا پیار مجھے
قید خانے میں تو دکھلایئے دیدار مجھے

پیاسہ سقائے سکینہؑ جو گیا کوثر پر
میرِ کوثر نے اسے بھر دیا جامِ کوثر
جام تو لے لیا پر لب نہ کئے اپنے تر
اور سکینہؑ کے تصور میں بہت رو رو کر
بارشِ اشک سے چھلکا دیا کوثر کا جام
دیر تک رویا کیا لے کے سکینہؑ کا نام

خواہشِ ملک نہ ہو جس کو سلطان ہے تُو
فوقیت جس کو ملک پر ہے وہ انسان ہے تُو
قبلہ ء دین ہے تُو کعبہ ء ایمان ہے تُو
اے حسینؑ ابنِ علیؑ معنی ء قرآن ہے تُو
جو نہ محتاج ہو لشکر کو غازی تُو ہے
ناز سجدہ کرے جس پر وہ نمازی تُو ہے

حق نے حسینؑ کو وہ گلِ تر بنادیا
جس نے مشامِ دیں کو معطر بنادیا
نوری بنایا نار سے جس کو نکال کر
قطرے کو ایک دم میں سمندر بنادیا
یہ ہے طفیل خدمتِ آلِ رسولؐ کا
بگڑا ہوا تھا حرؑ کا مقدر بنادیا

جب پاؤں پہ زینبؑ کے گری ہندِ وفادار
اور اپنی ردا اُنکو اڑہانے لگی اک بار
زینبؑ نے کہا ہند ٹھہر جا پیٔے غفار
کر آئی ہوں کچھ لاشہء شبیرؑ سے اقرار
سر کھلنے کا کچھ غم نہیں صدمہ یہ بڑا ہے
لاشہ میرے ماںجائے کا عریاں پڑا ہے

تقدیر مجھے بھائی کے لاشے پہ جو لائی
میں کہتی تھی لپٹی ہوئی ہےہے میرا بھائی
ناگاہ ہوئی لاش سے درپیش جدائی
اعجاز سے لاشے نے یہ آواز سنائی
زینبؑ ہمیں محتاجِ کفن چھوڑ چلی ہو
لاشہ میرا جنگل میں بہن چھوڑ چلی ہو

نکلے حرم کے اونٹ جو مقتل کی راہ سے
خشبو لہو کی آنے لگی قتل گاہ سے
بولی سکینہؑ ملتے چلو لاشِ شاہؑ سے
رخصت ضرور ہو شہِؑ عالم پناہ سے
جی بھر کے خوب خانہء زنداں میں روئینگے
اب کاہے کو حسینؑ کے سینے پہ سوئینگے

عباسؑ جبکہ سوئے باغِ جناں چلے
روکر کہا حسینؑ نے بھائی کہاں چلے
زوجہ پکاری اے میرے والی کہاں چلے
بولے جہاں سے اب نہ ملینگے وہاں چلے
اب آخری وداع کی باری نہ آئیگی
آئی ہے سب کی لاش ہماری نہ آئیگی

جاکے پکاری ڈیوڑھی پہ ہمشیرِ خستہ جاں
بازو پہ رسی باندھ کے لڑیے شہِ زماں
مانجائے اتنا پیر کے تن میں لہو کہاں
فضہ کے ہاتھ بھیج دوں چادر کی دھجیاں
زخموں کو باندھو پھر شوق سے دل کھول کر لڑو
پر نوجواں کی لاش سے منہ موڑ کر لڑو

جب نہ اعدا سے کسی طرح صفائی ٹھہری
صبح عاشور محرم کو لڑائی ٹھہری
پوچھا زینبؑ نے کہ کیا اے میرے بھائی ٹھہری
شہؑ نے فرمایا بہن تم سے جدائی ٹھہری
آج پیاروں کی ملاقات غنیمت جانو
اے بہن وصل کی یہ رات غنیمت جانو

خلق و کرم شرافت و غیرت کی روح و جان
میدان میں کھڑا ہے لئے لاشِ بے زبان
میت سے پھر وہ کہتا ہے اے ننھے میہمان
خیمے کو دیکھتا ہے کبھی سوئے آسمان
لایا تھا کہہ کے پانی پلاؤنگا میں ربابؑ
اصغرؑ بتا کہ دوں میں تیری ماں کو کیا جواب

عزیزو آج یہ نیرنگ ہے زمانے میں
علیؑ کی بیٹیاں جاتی ہیں قید خانے میں
بندھی تھی ایک رسن بیکسوں کے شانے میں
اٹھائے لاکھ الم تا با شام جانے میں
نہ چین پایا نہ سوئے نہ آب و دانہ ملا
ملا تو شام میں ٹوٹا سا قید خانہ ملا

جب سنا شمر نے سقائے حرم آتا ہے
قوتِ بازوئے سردارِ امم آتا ہے
ہاتھ میں تھامے ہوئے مشک و علم آتا ہے
نہر پر گوہرِ دریائے کرم آتا ہے
دی صدا فوج کو ہاں غازیو ہشیار رہو
اب علمدارؑ کی آمد ہے خبردار رہو

حیدرؑ کی طرح صاحبِ شمشیر ہیں عباسؑ
ہنگامِ وغا شاہ کی تصویر ہیں عباسؑ
قرآن و وفا خلق کی تفسیر ہیں عباسؑ
تنہا ہیں مگر لشکرِ شبیرؑ ہیں عباسؑ
ہیں آس یہ زینبؑ کی تو امید حرم کی
ڈھارس ہے یہی قلبِ شہنشاہِ اممؑ کی

سکینہؑ قید ہوکر شام کے زنداں میں جب آئی
وہ بچی اُس اندھیرے گھر کی تاریکی سے گھبرائی
مقدر نے عجب آفت کی پہلی رات دکھلائی
زمیں تو فرش تھی سایہ فگن تھا چرخِ مینائی
پھپھی کے پاس سوتی تھی نہ ماں کے پاس سوتی تھی
برہنہ سر کئے زنداں کے دروازے پہ روتی تھی

اُدھر سے جو گزرتا تھا تو کہتی تھی کہ سنتا جا
میں بیکس قید میں ہوں اک میرا پیغام لیتا جا
اگر بابا ملیں تو تُو کہیو قسم کھا کھا
سکینہؑ پر مصیبت ہے خبر لو اے شہِ والاؑ
جو وہ یوں کہے خیمے میں سوتا چھوڑ آیا ہوں
تو تُو کہیو درِ زنداں پہ روتا چھوڑا آیا ہوں

زمیں سے تا با فلک ہوگئی فضا پُرغم
ہوئے شہید جو ہنگامِ عصر شاہِ اممؑ
اسیر ہوکے چلے کربلا سے اہلِ حرم
اٹھائے راہِ پُر آشوب میں الم پہ الم
کسی اسیر پہ جب کوئی ظلم ہوتا تھا
سناں کی نوک پہ فرقِ حسینؑ روتا تھا

آئی سنانی شاہؑ کی جسدم مدینے میں
صغراؑ پکاری خاک میرے ایسے جینے میں
جب آتشِ الم نہ لگے میرے سینے میں
ہے ہے یتیم ہوگئی میں اس مہینے میں
فرقت کا داغ دل پہ سبھی میرے دھر گئے
صغراؑ کے جو تھے چاہنے والے وہ مر گئے

گود میں بیٹھ کر بابا کی سکینہؑ نے کہا
عموں نے پانی لانے کا کیا تھا وعدہ
دیکھو بابا نہ چچا آئے نہ پانی آیا
رو کے بیٹی سے یہ فرمانے لگے شاہِ ہدیٰ
شکوہ ء وعدہ خلافی میری جانی کیسا
بہہ گیا خون علمدارؑ کا پانی کیسا

دشمن کو بھی نہ بھائی کا ماتم خدا دکھائے
پوچھو اسی کے دل سے کمر جس کی ٹوٹ جائے
فرماتے تھے پسر سے یہ رو کر کہ ہائے ہائے
اکبر بتاؤ بھائی کو بھائی کہاں سے لائے
عباسؑ کیا جدا ہوئے گھر میرا لٹ گیا
بچپن کا ساتھ ہائے غضب آج چھوٹ گیا

جب صف آرا ہوئے شبیرؑ کے یاور رن میں
کھینچ کر تیغ یہ کہتے تھے دلاور رن میں
دھوپ میں کھائینگے ہم نیزہ و خنجر رن میں
آج کھل جائینگے ہر ایک کے جوہر رن میں
دیکھیں بڑھ بڑھ کے قدم کس کا سوا پڑتا ہے
دیر تک کون ہزاروں سے کھڑا لڑتا ہے

حسینؑ گھوڑے پہ جسدم ڈگمانے لگا
مہار ہاتھوں سے چھوٹی کہ غش جو آنے لگا
مگر وہ گھوڑے کو آہستہ یوں سنانے لگا
اے رہوار میرے میں تو اب ٹھکانے لگا
بدن تمام میرا برچھیوں سے گھائل ہے
رکاب پاؤں سے چھوٹی سنبھلنا مشکل ہے

جنابِ حیدرِ کرارؑ ساقی ء کوثر
حلالِ مشکلات بادشاہِ جن و بشر
امام رونقِ محرابِ زینتِ منبر
جہاں پناہ یداللہ قاتلِ عنتر
بڑے بڑے صنموں کے بگاڑنے والے
کھڑے کھڑے درِ خیبر اکھاڑنے والے

شہؑ پر عباسؑ نے جب پیاس کی شدت دیکھی
اور کُملائی ہوئی آپ کی صورت دیکھی
سب عزیزوں کی رفیقوں کی شہادت دیکھی
روکے فرمایا بڑی ہم نے مصیبت دیکھی
پانی ہم لائینگے دریا کی اجازت دیجئے
سوکھے ہونٹوں کا تصدق ہمیں رخصت دیجئے

بھائی صاحب نہیں واللہ مجھے مرنے کا ڈر
تم سلامت رہو رونے کو میرے لاشے پر
اور پڑھ دینا جنازے کی نماز اے سرورؑ
آبرو بندے کی بڑھ جائیگی پیشِ داور
جامہء آخری مولا مجھے پہنا دینا
خود کھڑے ہوکے لحد میں مجھے دفنا دینا

اکبرؑ کو نیزہ مارا جو ابنِ نمیر نے
غش کھایا ہم شبیہ رسولِ قدیر نے
نرغہ کیا جو پیاسے پہ فوجِ شریر نے
پوتے کو آکے تھاما جنابِ امیرؑ نے
راکب کے تن سے عزمِ جناں روح نے کیا
زہراؑ کا قلب مرکبِ مجروح نے کیا

جس وقت شہِ دیں سے جدا ہوگئے عباسؑ
اور شاہِ شہیداں پہ فدا ہوگئے عباسؑ
بھائی کے لئے ملکِ بقا ہوگئے عباسؑ
شہؑ کہتے تھے کیا ہم سے جدا ہوگئے عباسؑ
لشکر کی میرے مٹ گئی زیبائی کی صورت
اب کیا نظر آوے گی نہیں بھائی کی صورت

کیا پیشِ خدا صاحبِ توقیر ہیں زہراؑ
خاتونِ جناں مالکِ تطہیر ہیں زہراؑ
اُمِ الحسنؑ و مادرِ شبیرؑ ہیں زہراؑ
سرتابہ قدم نور کی تصویر ہیں زہراؑ
شوہر کو جو پوچھو تو شہنشاہِ عرب ہیں
بیٹی ہیں نبیؐ کی یہ حسب ہے وہ نصب ہے

آئینِ کس قدر ہے منظّم حسینؑ کا
ہر درد کا علاج ہے یہ غم حسینؑ کا
درسِ رضا و صبر ہے ماتم حسینؑ کا
پیغامِ زندگی ہے محرم حسینؑ کا
ذکرِ غریب سے سندِ فیضِ عام لو
جینا جو چاہتے ہوتو بیکس کا نام لو

شبیرؑ نے حبیبِ مظاہرؑ سے یوں کہا
لڑنے کو تُو نہ جا کہ بڑھاپا ہے اب تیرا
اُس نے کہا کہ اے پسرِ شاہِ لافتیٰ
تم پر ہزار جان سے ہوجاؤں میں فدا
ہر چند پیرِ خستہ تن و ناتواں شدم
ہرگہ نظر بہ رُوئے دوکردم جواں شدم

آندھیاں غم کی چلیں باغِ تمنا اجڑا
کنبہ زہراؑ کا لٹا ہائے مدینہ اجڑا
گود بانوؑ کی تو بے شیرؑ کا جھولا اجڑا
آگ خیموں میں لگی خانۂ کعبہ اجڑا
کل بھرا گھر تھا مگر آج یہ ویرانی ہے
صرف صغراؑ کی درِشہ پہ نگہبانی ہے

جب آسماں پہ صبح کا تارا ہوا عیاں
بھائی بہن میں ہونے لگی غم کی داستاں
اکبرؑ سے اشک بھر کے یہ بولے شہِ زماں
وقتِ نمازِ صبح ہے اے میرے نوجواں
ارمان کچھ تو دکھیا بہن کے نکال دے
آج آخری اذاں میرے یوسف جمال دے

ارشاد سن کے باپ کا وہ یوسفِ زماں
تحت الحنک کو کھول کے دینے لگا اذاں
بالکل تھا لحنِ حضرتِ داؤدؑ کا سماں
زینبؑ دعا یہ دیتی تھیں اے ربِ دو جہاں
دولہا بنے پہ عمر بڑھی نورِ عین کی
اٹھارہ سال کی ہے کمائی حسینؑ کی

ایماں کی سند ہے محبت حسینؑ کی
مثلِ نماز فرض ہے اطاعت حسینؑ کی
ہفتادہ حج ہے ایک زیارت حسینؑ کی
لازم ہے کائنات میں حجت حسینؑ کی
ایمان انکی جان ہے یہ ایماں کی جان ہے
قرآں فقط دہن ہے یہ گویا زباں ہے

جب مدینے سے روانہ ہوئے سلطانِ زمنؑ
فاطمہؑ صغراؑ کو فرقت کے کہے چند سخن
کہا صغراؑ نے سکینہؑ سے بصد رنج و محن
کام ایک اپنا تجھے سونپتی ہے تیری بہن
چھوٹے بھائی کو میری یاد دلاتی رہنا
اک بہن اور ہے اصغرؑ کو بتاتی رہنا

پہنچے جب لاشۂ اکبرؑ پہ شہِ جن و بشر
دیکھا ہے نزع کے عالم میں جواں نورِ نظر
بیٹھ گئے پہلو میں فرمانے لگے یہ سرورؑ
آخری ہو جو تمنا تو بتادو اکبرؑ
بولے حسرت ہے جو ممکن ہو شہِ والا کو
دیکھ لوں مرنے سے پہلے میں بہن صغراؑ کو

کرکے منہ سوئے مدینہ یہ شہِ دیں نے کہا
دو انگلیوں کے میرے درمیاں دیکھو بیٹا
گھر کے دروازے پہ اس آس میں ابتک صغرأ
منتظر بیٹھی ہے اب آئینگے مجھے لینے بھیا
دیکھا اکبرؑ نے تو بابا سے تڑپ کر یہ کہا
گھر کے دروازے پہ بیہوش پڑی ہے صغرأ

مدت کے بعد آئے مدینے میں سوگوار
کچھ یاد آگیا تھا جو بھول آئے بیقرار
اکبرؑ ہیں ساتھ اور نہ عباسِؑ نامدار
عابدؑ برھنہ پا ہیں تو زینبؑ ہیں دلفگار
قبرِ نبیؐ پہ زینبِؑ مضطر کے تھے یہ بین
نانا دہائی ہے ہم سے جدا ہوگئے حسینؑ

ہوا جو شاہؑ کے لشکر میں قحط پانی کا
عجیب حال ہوا فاطمہؑ کے جانی کا
کبھی خیال تھا اکبرؑ کی نوجوانی کا
کبھی ملال تھا اصغرؑ کی بے زبانی کا
کبھی بہن کیلئے بے قرار ہوتے تھے
کبھی سکینہؑ کا منہ دیکھ کے روتے تھے

لفظوں کا وضو ذکرِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے
یہ دل کی کسک حرف کے سانچے میں ڈھلی ہے
مجلس ہے وہ آغوش ولا جس میں پلی ہے
یہ رسمِ عزا دہر میں زینبؑ سے چلی ہے
زندہ کیا بھائی کی شہادت کو بہن نے
تیغوں کا فسانہ کہا بازو کی رسن نے

تطہیر فاطمہؑ کی طبیعت کا نام ہے
اسلام شاہزادی کی سیرت کا نام ہے
تسبیح ہی حب حق کی علامت کا نام ہے
زہرأ کتاب درد کی آیت کا نام ہے
غم میں سپر ہے فاتحِ بدر و حنین کی
معیارِ صبر یہ ہے کہ ماں ہے حسینؑ کی

رضا جہاد کی جب لیکے مرگئے اکبرؑ
پکارے شاہؑ یہ کیا ہم سے کرگئے اکبرؑ
ضعیف باپ سے چھٹ کر کدھر گئے اکبرؑ
ہمیں بھی پاس بلالو جدھر گئے اکبرؑ
وہ برچھی سینے پہ کھائی کہ دل سے آہ نہ کی
ضعیف باپ کی تنہائی پر نگاہ نہ کی

قافلہ آلِ محمدؐ کا سوئے شام چلا
لیکے کچھ خون سے لکھے ہوئے پیغام چلا
روندتا پیروں سے ہر گردشِ ایام چلا
ہاتھ بندھوائے پئے نصرتِ اسلام چلا
اک سفر ختم ہے اک اور سفر کرنا ہے
کربلا فتح ہوئی شام کو سر کرنا ہے

سجادؑ کو بلوایا دوبارہ جو شقی نے
یہ سنتے ہی بیبیوں کے دھڑکنے لگے سینے
فرمایا بھتیجے سے یہ تب بنتِ علیؑ نے
میں کیا کہوں جو داغ اٹھائے میرے جی نے
کیا جانئے کیا کیا ستم ایجاد کریگا
بلوا کے ہمیں کونسی بیداد کریگا

رن سے حسینؑ لاتے ہیں اکبرؑ کی لاش کو
لپٹائے ہیں کلیجے سے دلبر کی لاش کو
بھیا سنبھالو شکلِ پیمبرؐ کی لاش کو
فرماتے ہیں یہ ثانیء جعفر کی لاش کو
امداد کا یہ وقت ہے مجھ ناتوان کی
اٹھتی نہیں ضعیف سے میت جوان کی

جب دشت میں گنجینۂ حیدرؑ ہوا آخر
آخر ہوا وہ دن بھی کہ لشکر ہوا آخر
پہلے تو وہاں حرِؑ دلاور ہوا آخر
پھر سہرا بندھا قاسمِ مضطر ہوا آخر
لوگوں کو بہت بیاہ کی حسرت تھی وطن میں
یاں گھوڑوں سے پامال قاسم ہوئے رن میں

ریتی کی سجدہ گاہ پہ خونِ پیمبریؐ
ڈوبی ہوئی لہو میں قبائے غضنفری
کون و مکاں میں رعبِ شہادت سے تھرتھری
ایسی سکندری تھی کسی کی نہ قیصری
اُس دن سے آج تک یہ حکومت کا زور ہے
ہر سمت یاحسینؑ کا دنیا میں شور ہے

عالم میں جو تھے فیض کے دریا وہ کہاں ہیں
جو نورِ خدا سے ہوئے پیدا وہ کہاں ہیں
ہم سب سے جو تھے افضل و اعلیٰ وہ کہاں ہیں
پیدا ہوئی جنکے لئے دنیا وہ کہاں ہیں
جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمدِ مرسلؐ نہ رہے کون رہیگا

ہے کل کی ابھی بات کہ آباد تھا کیا گھر
جس گھر پہ گدا آ نکلے ہوتا تھا تونگر
وہ مجمعِ احباب وہ دربارِ پیمبرؐ
وہ فاطمہؑ کا جا ہ و حشم شوکتِ حیدرؑ
بے اذن چلا آئے یہ مقدور تھا کس میں
یا آج وہی گھر ہے کہ خاک اڑتی ہے جسمیں

اک روز کے رستے میں جو شیریں کا رہا گھر
خواب اُس نے یہ دیکھا کہ حسینؑ آئے ہیں بے سر
اور خون میں ڈوبے ہیں کھڑے صحن کے اندر
کہتے ہیں کہ کل آؤنگا گھر تیرے مقرر
وعدہ تیرا لایا ہے مجھے کرب و بلا سے
آئے بھی ہیں ہم پیاسے ہی جائینگے بھی پیاسے

اک بات میں کہتا ہوں نہ تم دل سے بھلانا
بچے میرے پیاسے ہیں انہیں پانی پلانا
سجادؑ سے کہنا کہ نہ تم غصے میں آنا
دادا کی طرح صبر سے گردن کو بندھانا
اعدا جو کریں ظلم نہ گھبرائیو بیٹا
لیجائیں جدھر ساتھ چلے جائیو بیٹا

شور ہے شام ہے لشکر میں کہ عباسؑ آئے
اور تواتر خبر آئی کہ بہت پاس آئے
پر غمِ شاہِ شہیداں سے بصد یاس آئے
بولی تقدیر کہ یہ جنگ انہیں راس آئے
آ کے کے گھوڑے کا شجاعت نے قدم چوم لیا
فتح نے گوشہ ء دامانِ علم چوم لیا

واہ کس شان سے سقائے حرم آتا ہے
معرکے میں کوئی اس طرح سے کم آتا ہے
کیا اڑاتا ہوا دامانِ علم آتا ہے
کیا دکھاتا ہوا اقبال و حشم آتا ہے
حُسن ایسا ہے کہ اک روح مزہ پاتی ہے
رعب ایسا ہے کہ بس جان چلی جاتی ہے

لگے ہتھیار جب اکبرؑ لگانے
لگا ماں کا کلیجہ منہ کو آنے
گئیں چپکے سے وہ عابدؑ کے سرہانے
لگیں بیمار کا شانہ ہلانے
کہا بیٹا اٹھو گھر لٹ رہا ہے
علی اکبرؑ بھی مرنے کو چلا ہے

میدان سے لاش آئی جو فرزندِ حسنؑ کی
خیمے میں بڑہائی گئی نتھ اُسکی دلہن کی
جب ہوسکی نہ تدبیر کچھ کفن و دفن کی
سر پیٹ کے ماں بولی یہ اُس غنچہ دہن کی
عباسِؑ علیؑ خیمے میں شرما کے نہ آئے
پُرسے کیلئے فاطمہ کبریٰ کے نہ آئے

کہتی تھیں بانوؑ اصغرؑ جانی کب تم گھر میں آؤ گے
دریا پر سے پی کر پانی کب تم گھر میں آؤ گے
اپنی دکھانے شکل نعمانی کب تم گھر میں آؤ گے
بولو میرے یوسفِ ثانی کب تم گھر میں آؤ گے
سوگ میں تیرے ہم نے پہنی کفنی کالی ہے
بھورے بالوں والے آجا جھولا تیرا خالی ہے

یارو زہے توقیر جو اس بزم میں آئیں
یاروئیں یا رونے کی صورت ہی بنائیں
زینبؑ تو عزاداروں کو دیتی ہیں دعائیں
اور فاطمہؑ اُن لوگوں کی لیتی ہیں بلائیں
گرتا ہے جو آنسو کوئی فریاد و بکا سے
خود پونچھتے ہیں اُس کو علیؑ اپنی عبا سے

برچھی کی انی جب لگی اکبرؑ کے جگر میں
اور مرگیا دم توڑ کے آغوشِ پدر میں
شہؑ نے کہا کس طور تجھے لے چلوں گھر میں
بازو میں نہ طاقت ہے نہ قوت ہے بدن میں
لے جانا تیری لاش کا دشوار ہے بیٹا
سر اپنا بھی تن پر یہ مجھے بار ہے بیٹا

شہِؑ مظلوم سے عباسؑ نے جسدم علم پایا
سریرِ قدر میں وہ ہو گیا جعفر کا ہم پایا
فلک بھی اپنے پیشِ منزلت غازی نے خم پایا
مسافر نے نشانِ منزلِ ملکِ عدم پایا
کہا باغِ ارم کی بُو ابھی سے مجھ کو آتی ہے
اسی سائے تلے خلدِ بریں کو راہ جاتی ہے

حسینؑ جبکہ چلے بعدِ دوپہر رن کو
کوئی نہ تھا کہ جو تھامے رکابِ توسن کو
سکینہؑ جھاڑ رہی تھیں عبا کے دامن کو
حسینؑ چپکے کھڑے تھے جھکائے گردن کو
نہ آسرا تھا کوئی شاہِ کربلائی کو
فقط بہن نے کیا تھا سوار بھائی کو

خیمے دریا پہ کئے نصب شہ والاؑ نے
گھیرا شبیرؑ کو فوجِ ستم آرا نے
لب دریا اترنے نہ دیا اعدا نے
فوجِ اعدا سے لگے شبیرؑ یہ فرمانے
یہ بھی دو چار دن ہم پر سے گزر جائینگے
جو رضا حق کی ہے تو پیاسے ہی مرجائینگے

تسبیح فاطمہؑ جو ادا کی امامؑ نے
جاسوس نے خبر یہ کہی آ کے سامنے
کی سیر گھاٹ گھاٹ کی اُسدم غلام نے
آبِ رواں بھی بند کیا فوجِ شام نے
فوجِ خدا کو نہر سے دوری نصیب ہے
شہؑ بولے کیا مضائقہ کوثر قریب ہے

جب تین دن کی پیاس میں اکبرؑ ہوئے شہید
عباسؑ اور قاسمؑ مضطر ہوئے شہید
حلقوم چھد گیا علی اصغرؑ ہوئے شہید
کرب و بلا میں یعنی بہتّر ہوئے شہید
لاشِ حسینؑ گھوڑوں سے پامال ہوگئی
منظر بہن نے دیکھا تو بے حال ہوگئی

بعد عباسؑ کے اکبرؑ کی جو باری آئی
خیمے کے در پہ قضا لیکے سواری آئی
فاطمہؑ خلد سے کرتی ہوئی زاری آئی
شہؑ نے فرمایا کہ اب موت ہماری آئی
دیکھیں قسمت ہمیں کیا کیا ابھی دکھلاتی ہے
اب زیارت بھی پیمبرؐ کی اٹھی جاتی ہے

شام سے مقتل میں آئے جس گھڑی زین العباؑ
ساتھ انکے بیکسوں کا ننگے سر تھا قافلہ
دیکھا اک جانب بنی ہے قبرِ شاہِ انبیاؑ
اور اک جانب ہے قبرِ شبیہِ مصطفیٰؐ
زینبؑ و کلثومؑ کہتی ہیں بصد آہ و بکا
بھائی بے کسی پہ تیری ہوں بہنیں فدا
کوئی شمع تک نہ لایا قبر پر اب تک ذرا
تب مزارِ حضرتِ اقدس سے یہ آئی صدا
بر مزارِ ما غریباں نے چراغِ نے گلُے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلُبلے

زینبؑ بتولِ پاک کی آئینہ دار ہیں
اسلام کے چمن کی بقا و بہار ہیں
دونوں جہاں میں انکے شرف آشکار ہیں
یہ شاملِ عبادتِ پروردگار ہیں
وقتِ نزع یہ حال شہؑ تشنہ کام تھا
سجدے میں سر زبان پہ زینبؑ کا نام تھا

صغراؑ کو نہ امید رہی جبکہ شفا کی
آخر کو دوا چھوڑ دی اور ترکِ غذا کی
نانی سے کہا مانگو دعا میری قضا کی
بابا بھی نہیں آتے یہ مرضی ہے خدا کی
اب سانس کی سینے میں صدا بھی نہیں آتی
بابا بھی نہیں آتے قضا بھی نہیں آتی

خلق میں جو کوئی شبیرؑ کا زوار ہوا
پاک عصیاں سے ہوا اور نیک و کار ہوا
وہ درِ احمدِ مختار کا مختار ہوا
راضی اُس شخص سے عباسِ علمدارؑ ہوا
کربلا کو جو گیا شہؑ کے قدم کے نیچے
اُس کو بٹھلائینگے عباسؑ علم کے نیچے

آئی سنانی شاہؑ کی جسدم مدینے میں
صغراؑ پکاری خاک میرے ایسے جینے میں
جب آتشِ الم نہ لگے میرے سینے میں
ہے ہے یتیم ہوگئی میں اس مہینے میں
فرقت کا داغ دل پہ سبھی میرے دھر گئے
صغراؑ کے جو تھے چاہنے والے وہ مر گئے

رن میں جب بانوئے بیکس کی سواری آئی
لاشِ اکبرؑ پہ یہ کرتی ہوئی زاری آئی
اٹھ میرے لعل یہ مادر ہے تمہاری آئی
دیکھو کس شان سے ہے اماں تمہاری آئی
نہ تو ہودج ہے نہ محمل نہ عماری بیٹا
سر کھلے بلوے میں ہے ماں یہ تمہاری بیٹا

تم تو کہتے تھے مدینے کی طرف جاؤنگا
فاطمہ صغراؑ بہن اپنی کو لے آؤنگا
وعدہ جو میں نے کیا ہے وہ بجا لاؤنگا
تم نہ روؤ تمہیں صغراؑ سے ملا لاؤنگا
خوب صغراؑ کو ملایا میرے جانی مجھ سے
خود جدا ہوگئے اے یوسفِ ثانی مجھ سے

تو ملکِ ذوالجلال کا ناظم ہے یا علیؑ
جبریل تیرے در کا ملازم ہے یا علیؑ
میکائیل سا ملک تیرا خادم ہے یا علیؑ
سجدہ تیری جناب میں لازم ہے یا علیؑ
تو وہ بحر ہے جس سے کوئی آشنا نہیں
سب قدرتیں خدا کی ہیں لیکن خدا نہیں

جب کربلا میں لشکرِ شہ خیمہ زن ہوا
روشن تجلیاتِ الٰہی سے بن ہوا
محو فضائے دشت ہر ایک صف شکن ہوا
ابن رسولؐ زیب دہِ انجمن ہوا
جلوہ تھا یوں سپاہ میں جانِ بتولؑ کا
نبیوں میں جیسے نور جنابِ رسولؐ کا

ہوئی جو دردِ جدائی میں مبتلا صغرا
زبانِ حال سے کرتی تھی یہ بکا صغرا
کہ اب نہ دیکھے گی کیا صورتِ شفا صغرا
جنابِ حق میں یہی کرتی تھی التجا صغرا
تپِ فراق سے جلدی شفا دے صغرا کو
الٰہی باپ چچا سے ملادے صغرا کو

لڑتے لڑتے علی اکبرؑ نے جو برچھی کھائی
دشت سے یا اباتا کی جونہی آواز آئی
خیمے میں بانوئے ناشاد بہت گھبرائی
آکے در پر شہِ بیکس کو یوں وہ چلائی
ادہر آؤ قدم آگے نہ بڑھاؤ صاحب
لونڈی برباد ہوئی خیمے تک آؤ صاحب

آمد آمد علی اکبرؑ کی جو مشہور ہوئی
یعنی مدتِ شہادت بھی جو منظور ہوئی
دشت سے دردِ تباہی جو ذرا دور ہوئی
شاہزادے کی عیاں صورتِ پرُنور ہوئی
غل ہوا سبطِ رسول الثقلین آپہنچا
ہاں خبردار ہو فرزندِ حسینؑ آپہنچا

کبوتر غرقِ خوں دیوارِ صغرا پر جو آبیٹھا
ہوئی حیراں نہایت اور رو رو اس سے یہ پوچھا
غش آتا ہے تیری بو سے بھرا ہے یہ لہو کس کا
کبوتر خاک وخوں میں لوٹ کر صغرا سے یوں بولا
منم آں قاصدِ خیلِ بیاباں چشم تر دارم
بخونِ سیدِ مظلوم غلطاں بال و پر دارم

قدرت کے آفتاب کا مطلع حسینؑ ہے
انوارِ انبیا کا مرقع حسینؑ ہے
خلق و سخا و حلم کا مجمع حسینؑ ہے
مشکل میں خاص و عام کا مرجع حسینؑ ہے
بندوں میں کیا حساب ہے اور کیا شمار ہے
حیدر کا لال یاورِ پروردگار ہے

عزیزو قافلہ سالارِ کربلا جس دم
نکل کے خیمے سے رن کو چلا وہ شاہِ امم
مخالفوں سے لگا کہنے وہ بدیدہ ء نم
میں پانی مانگتا ہوں پانی دو تم اہلِ ستم
رسول زادیوں کا آج جی نراسا ہے
ہمارا قافلہ سولہ پہر سے پیاسا ہے

اقربا کٹ گئے جب شاہ کے باری باری
اور عدم چلنے کی اُس شاہ نے کی تیاری
خیمے کا پردہ اٹھا زین العبا اک باری
دیکھ مقتل کی طرف کرنے لگا یوں زاری
خلد کے کُوچ میں ہم کونہیں بلواتے ہو
قافلے والو ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہو

سلام

غبارِ رہِ رفتگاں رہ گیا

تصور میں اک کارواں رہ گیا
بیاباں سے جنت بنی کربلا
مدینے میں خالی مکاں رہ گیا
جوابِ ستم دیکھ او حُرملہ
فقط ہنس کے اک بے زباں رہ گیا
مدینہ کہاں اور کہاں کربلا
کہاں کا مسافر کہاں رہ گیا
انوکھی رہی دعوتِ نینوا
ارے تشنہ لب مہماں رہ گیا
نہ پھر باغِ زہراؑ میں آئی بہار
زمانے میں ذکرِ خزاں رہ گیا
یہ مانا خیامِ حرم جل گئے
ہمارے دلوں میں دھواں رہ گیا
ستاتی رہی لحنِ اکبرؑ کی یاد
اسیروں میں ذکرِ اذاں رہ گیا
گناہوں سے حامدؔ کمر جھک گئی
ضعیفی میں بارِ گراں رہ گیا

سلام

اسطرح رہتا ہوں میں مشکلکشا کے سامنے

جسطرح سائل کوئی حاجت روا کے سامنے
سوچتا ہوں جب نصیری کے خدا ہیں مرتضٰیؑ
حشر میں جائینگے پھر وہ کس خدا کے سامنے
میری یہ آنکھیں غمِ شبیر میں چھلکی ہوئی
جیسے دو کوثر ہوں نہرِ علقمہ کے سامنے
سجدہء حق میں جبیں جھکتی ہے اپنے وقت پر
دل جھکا رہتا ہے ہر وقت کربلا کے سامنے
میری نظروں میں ہوئی اُس وقت باطل کو شکست
رودئے اعدا جو اصغرؑ کی ادا کے سامنے
وقتِ مشکل اک ذرا میں نے کہا مشکلکشا
مشکلیں مشکل میں ہیں مشکلکشا کے سامنے
شکریہ ناکام ہوکر آنیوالو شکریہ
تم علم واپس تو لائے مصطفٰیؐ کے سامنے
یوں عدو تھے حملہء شیرِ خدا کے سامنے
حشر جو تنکوں کا ہوتا ہے ہوا کے سامنے
بولے شہؑ یہ حضرتِ عباسؑ کو دیکر علم
مت الٹنا آستیں بھی اشقیا کے سامنے

دیکھ کر نامحرموں کو یہ سکینہؑ نے کہا
بے ردا آئے نہ ہم ایک دن چچا کے سامنے
مرنا تو برحق ہے محشر بس یہ اک خوف ہے
کیا عمل لیکر میں جاؤنگا خدا کے سامنے

سلام

تیری خلقت پہ خود خالق کی قدرت ناز کرتی ہے

شبِ اسریٰ تجھے پاکر نبوت ناز کرتی ہے
وہ خطبے بعد مرسل جو پڑھے تھے آج تک ان پر
فصاحت فخر کرتی ہے بلاغت ناز کرتی ہے
وہ فاقے ہوں کہ جو کی روٹیاں ہے شکرِ حق لب پر
یہی تو بس وہ منزل ہے کہ قدرت ناز کرتی ہے
ملک چوکھٹ پہ سر رکھیں نبیؐ تعظیم کو اٹھیں
لپٹ کر تیرے قدموں سے جلالت ناز کرتی ہے
جو تیری مدح میں اُترے وہ سورہ فخر کرتا ہے
جو تیری شان میں آئے وہ آیت ناز کرتی ہے
تیرا بیٹا قیامت تک رہیگا ساتھ قرآں کے
تری ہستی پہ احمدؐ کی شریعت ناز کرتی ہے
تری الفت مٹادیتی ہے سارا دفترِ عصیاں
شفاعت پر تری خالق کی رحمت ناز کرتی ہے

بچائی عزتِ دیں اسطرح سے تیرے بیٹوں نے
کہ جن پر آج تک ایماں کی قسمت ناز کرتی ہے
وہ جو کی روٹیاں پکی جو تیرے پاک ہاتھوں سے
پہنچ جاتی ہیں جنت تک تو جنت ناز کرتی ہے
یہ فطرت ہے کہ سب اپنے شرف پر فخر کرتے ہیں
ترے قدموں تک آ کے خود فضیلت ناز کرتی ہے
وہ مریم تھیں کہ جن کا فخر عصمت بن گئی لیکن
تری عصمت وہ ہے خود جس پہ عصمت ناز کرتی ہے

سلام

کیسا خوش خوش جارھا ہے شافعِ محشر کے پاس

گوہرِ اشکِ غمِ سرور تو ہیں منظّر کے پاس
گر نہیں دل میں ولائے ساقیء خمِ غدیر
پینا کیسا جا نہیں سکتا کوئی کوثر کے پاس
اُنکو روک اے معترض ہم تو سمجھتے ہیں امام
کہتے جاتے ہیں خدا کہتے ہوئے حیدرؑ کے پاس
دیدنی تھی کیا شبِ ہجرت کے متوالے کی نیند
رہ گئے دشمن بھی تلواریں لئے بستر کے پاس
سونے والے اے شبِ ہجرت کے سو آرام سے
ننگی تلواروں کا پہرہ ہے تیرے بستر کے پاس

جانتی تھی ماں شبِ عاشورہی تک ہے یہ چاند
شمع اک روشن کئے بیٹھی رہی اکبرؑ کے پاس
یا شہِ دیں آپ سے کھودی نہ جائیگی لحد
لاشہء اصغرؑ لٹا دیجئے علی اکبرؑ کے پاس
جز علیؑ لڑنے نہ آیا کوئی بھی عنتر کے پاس
بیٹھنے والے بہت بیٹھے تھے پیغمبرؐ کے پاس
کھودتے ہیں قبرِ اصغرؑ کہتے جاتے ہیں حسینؑ
اب تجھے کس منہ سے لیجاؤں تیری مادر کے پاس

سلام

شہ نے کہا اے بہن کون ہمیں روئے گا

ہم ہیں غریب الوطن کون ہمیں روئے گا
شب کو جو تھے ہمنشیں ان میں سے کوئی نہیں
سو چکی سب انجمن کون ہمیں روئے گا
یعنی جو تھے حق شناس جن سے تھی جینے کی آس
ان سے ہے آباد بن کون ہمیں روئے گا
چلتے ہی مجھ پر چھری بہنا تو بڑھ جائیگی
ہم رہے پھر اور یہ بن کون ہمیں روئے گا
جاؤ اگر تم وطن تو صغرا سے کہنا بہن
لٹ گیا سارا چمن کون ہمیں روئے گا

غیر وطن میں مکیں آئے اجل گر کہیں
کون تو دیگا کفن کون ہمیں روئے گا

سلام

شرابِ حبِ حیدرؑ پی کے دیوانے کہاں جاتے

سوا کعبے کے اپنے دل کو بہلانے کہاں جاتے
اگر ہم ساغرِ مے انگلیوں پر گن کے پی لیتے
تو پھر اے شیخ یہ تسبیح کے دانے کہاں جاتے
یہ دنیا ہے یہاں ہر چیز کی ضد بھی ضروری ہے
اگر سب مسجدیں ہوتی تو بت خانے کہاں جاتے
رہا بزمِ نبی میں بھی ہمیشہ مضطرب مجمع
اگر اپنے ہی سب ہوتے تو بیگانے کہاں جاتے
نہ بھر دیتے اگر آلِ نبی دامن فرشتوں کا
زمانے بھر کے آگے ہاتھ پھیلانے کہاں جاتے
یہ روضے پنجتن کے بھیک دینے کا بہانہ تھے
ملک دنیا میں آ کر مانگنے کھانے کہاں جاتے

سلام

چلا ہے کربلا کا کارواں آہستہ آہستہ

الم کی چھارہی ہیں بدلیاں آہستہ آہستہ
نبیؐ جب باغِ جنت میں گئے معراج کی شب کو
جھکیں فرطِ ادب سے ڈالیاں آہستہ آہستہ
گلا ہے خشک شدت پیاس کی اور سنِ جوانی کا
نہ دیں کیونکر علی اکبرؑ اذاں آہستہ آہستہ
علی اکبرؑ جوانی کی قسم دم بھر ٹھر جاؤ
چلی آتی ہے پیچھے پیچھے ماں آہستہ آہستہ
کہا اکبرؑ نے بابا دردِ دل اٹھتا ہے رہ رہ کر
نکالیں آپ سینے سے سناں آہستہ آہستہ
پدر کی قوتِ برداشت کا تھا دھیان اکبرؑ کو
دمِ مردن جو لی تھیں ہچکیاں آہستہ آہستہ
سمجھ کر گود ماں کی سوگیا بے شیر تربت میں
زمینِ قبر نے دیں لوریاں آہستہ آہستہ
بدن سب چُور تھا زخموں سے قاسمؑ کا دمِ مردن
بڑی مشکل سے لی انگڑائیاں آہستہ آہستہ
شقی بچی کی صورت دیکھ سہمی جاتی ہے ڈر سے
اتار اے شمر اُسکی بالیاں آہستہ آہستہ

علی اصغرؑ بیانِ تشنگی کرتے تو کیا کرتے
پھرادی خشک ہونٹوں پر زباں پر آہستہ آہستہ
کبھی اکبرؑ کے لاشے پر کبھی اصغرؑ کے لاشے پر
شہِ دیںؑ دے رہے ہیں امتحاں آہستہ آہستہ
شہیدؔ اب آئینے کو دیکھنے سے ہوچکی نفرت
کہ رُخ پر آرہی ہیں جھریاں آہستہ آہستہ

سلام

نمازیں ڈھونڈتی ہیں سجدہء سرور نہیں ملتا

اذانیں رو رہی ہیں لہجہء اکبرؑ نہیں ملتا
جو کہتے ہیں کہ دنیا میں کہیں کوثر نہیں ملتا
اُنہیں کیا ایک بھی آلِ نبیؐ کا گھر نہیں ملتا
وہ مومن ہیں ابوطالبؑ کہ جس سے یہ بگڑ جائیں
پھر اُس سے بانیء اسلام کا گھر بھر نہیں ملتا
ہے بت بننا تو آساں بت شکن نہیں ملتا
خدا ملتے ہیں لاکھوں ایک بھی حیدرؑ نہیں ملتا
مٹانے والے تاریخوں سے زینبؑ کے فسانے کو
تجھے کیا نقش انکا قلبِ مومن پر نہیں ملتا
دلوں کے فاصلے کم ہوں یہ ہے مفہوم قربت کا
قریب آبیٹھنے سے قربِ پیغمبرؐ نہیں ملتا
حسینؑ اور تجھ کو محشر میں نہ پہچانے یہ ناممکن
کوئی اپنوں سے شاہدؔ اجنبی بن کر نہیں ملتا

سلام

یہ کربلا ہے وہ کوفہ وہ شام ہے زینبؑ

حسینؑ جاچکے اب تیرا کام ہے زینبؑ
یزید اِس سے نہ ٹکرا یہ تخت الٹ دے گی
حسینیت کا مکمل نظام ہے زینبؑ
یہاں تو تُو ہی علیؑ بھی ہے اور حسینؑ بھی ہے
یہ کربلا نہیں بازارِ شام ہے زینبؑ
خطیبِ منبرِ ذکرِ امام ہے زینبؑ
حسینیت کی بقائے دوام ہے زینبؑ
زباں میں کیا ہے دلوں کو نہ پیس دے تو کبھی
خدا کے شیر کا زورِ کلام ہے زینبؑ
حسینؑ اب نہیں لیکن جہاد جاری ہے
جہادِ کرب و بلا تیرا نام ہے زینبؑ
غمِ حسینؑ بھی باقی ہے اور ہم بھی باقی ہیں
یہ تیرا صدقہ تیرا اہتمام ہے زینبؑ

سلام

کون قائل تھا سلامی کہ جناں اور بھی ہے

کربلا دیکھی تو ہم سمجھے کہ ہاں اور بھی ہے
صدقے اُس دل کے جو ہو حب علیؑ سے آباد
اس سے بہتر کوئی دنیا میں مکاں اور بھی ہے
نامِ شبیرؑ پہ بے ساختہ گریاں ہونا
بعد کلمے کہ یہ ایماں کا نشاں اور بھی ہے
جسکی آواز پہ نبیوں نے صفیں باندھی تھیں
کہیں اکبرؑ سی زمانے میں اذاں اور بھی ہے
برچھیاں مار کے اکبرؑ کو لعینوں نے کہا
شہؑ سے پوچھو کوئی فرزند جواں اور بھی ہے
اے فلکِ پیر تجھے شہؑ کی ضعیفی کی قسم
علی اکبرؑ سا زمانے میں جواں اور بھی ہے
بال کھولے ہوئے لاشے پہ جو آئیں زہراؑ
حرؑ نے سمجھا یہ دمِ نزع کہ ماں اور بھی ہے
اپنے فرزندوں کے مرنے پہ بھی گریاں نہ کیا
دہر میں زینبؑ مظلوم سی ماں اور بھی ہے
ماں نے قاسمؑ سے کہا صبح کو تم ہوگے شہید
اس لئے بیاہ کی جلدی میری جاں اور بھی ہے
شہؑ سے زینبؑ نے کہا تم جو ہو مشتاقِ قضا
میری اماں کا کوئی فاتحہ خواں اور بھی ہے
لا کے ششماہے کو ہاتھوں پہ یہ بولے مولا
نزرِ حق کیلئے یہ غنچہ دہاں اور بھی ہے
لاشے پامال سرِ شام جو ہوتے ہیں نظیر
باغِ زہراؑ پہ ستم بعد خزاں اور بھی ہے

سلام

معرکہ کرب و بلا کا سر کیا خیبر کے بعد

ہُو بہو گھر میں تھے عباسِ علیؑ حیدرؑ کے بعد
حیدرِ کرارؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے
شاہِ دیں جب ٹھوکریں کھانے لگے اکبر کے بعد
دو ہی سجدے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ کی یادگار
ایک علی اکبرؑ سے پہلے ایک علی اصغرؑ کے بعد
وہ تو یوں کہیئے اجازت دی نہیں عباسؑ کو
دوسرے حیدرؑ کو دنیا دیکھتی حیدرؑ کے بعد

سلام

اب کیا میرے گناہ رہینگے حساب میں

گھل مل گیا ہوں خاکِ درِبوتراب میں
بندے جنھیں کلام ہے عطرت کے باب میں
اصلاح دے رہے ہیں خدا کی کتاب میں
پروردہء غدیر کی اللہ رے مستیاں
کوثر ڈبودیا ہے ولا کی شراب میں
کتنی ہی سورتیں ہیں خدا کی کتاب میں
لاؤ کوئی شبیہِ نبیؑ کے جواب میں
گزری ہے عمر بندگیء بوتراب میں
میں بھی شریک ہوں شرفِ آفتاب میں
دل ہو نہ زباں تو نصیری ضرور تھی
جب منہ کھلا کنندہء خیبر کے باب میں
یہ اپنی جان دے کہ بچاتے نہ کسطرح
اسلام کمسنی میں تھا اکبرؑ شباب میں
تاشام روندتے ہوئے عابدؑ چلے گئے
کانٹے تھے پھول ولولہء انقلاب میں
اصغرؑ بڑے بڑوں سے کچھ آگے نکل گئے
کیا گھٹنیوں چلے ہیں یہ راہِ ثواب میں

رفعت میرے کلام کی حرف آشنا ہے نجم
بھیجی ہے فکر دامنِ برق و سحاب میں

سلام

کروٹیں دل کیوں نہ لے اُس حشر کے آنے کے بعد

چپکے بیٹھیں کس طرح مولا کے اٹھ جانے کے بعد
لاش کو کڑیل جواں کی کس طرح لائیں حسینؑ
سیدھے ہوسکتے نہیں بھائی کے مرجانے کے بعد
دیکھ کر لاشوں کو یوں آواز دیتے تھے حسینؑ
ہم اکیلے رہ گئے ہیں سب کے مرجانے کے بعد
بال کھولے بیبیوں نے منہ چھپانے کیلئے
اورکیا کرتے حرم چادر کے چھن جانے کے بعد
عورتیں کوفے کی صدقے دے رہی ہیں پھینک کر
کون پہچانے انہیں اسطرح لٹ جانے کے بعد
روضہء احمدؐ کی زینت ساتھ اُس کے چل بسی
جو مدینے کو نہ پلٹا کربلا آنے کے بعد
نوکِ نیزہ پر ہے قرآں کی تلاوت میں حسینؑ
اب زباں تر ہورہی ہے خشک ہوجانے کے بعد
لاشہء بے شیر کو دل سے لگائے ہیں حسینؑ
پھول پیارا ہوگیا کچھ اورمرجھانے کے بعد

سلام

دنیا دکھائی دیتی ہے ماتم سرا مجھے

کرنا ہے کس غریب کا ماتم بپا مجھے
یہ کس خدا پرست مسافر کا ہے مزار
ہے جسکی خاکِ پاک پہ سجدہ روا مجھے
یہ کس کے چھ مہینے کے بچے کی قبر ہے
سینے سے دل نکال کے رکھنا پڑا مجھے
نالا یہ کس کا گونج رہا ہے لبِ فرات
ہوں تشنہ لب پلایئے پانی چچا مجھے
اللہ ذرے ذرے سے آتی ہے بوئے خوں
کچھ اپنا ماجرا تو سنا کربلا مجھے
تسبیح ہے کہ خون کے قطرے کسی کے ہیں
اے کربلا کی خاک یہ کیا دیدیا مجھے
تُو مشہدِ حسینؑ ہے عرش پر زمین
اپنے میں جزب کرلے برائے خدا مجھے
شاعر ہوں اہلبیتؑ کا میں نجمؔ دلفگار
پہچانتے ہیں کشتہء راہِ خدا مجھے

سلام

راکبِ دوشِ نبیؐ ہے زاتِ والائے حسینؑ

کس بلندی سے اتر کر زیرِ تیغ آئے حسینؑ
کربلا کے معرکے کی حد کسے معلوم تھی
وقت پر اصغرؑ کو جھولے سے اٹھالائے حسینؑ
دشتِ غربت تشنگی قربانیوں کا سلسلہ
کن اداؤں میں ہوئی تکمیلِ منشائے حسینؑ
حوصلہ اپنا بڑھایا انکے زکرِ افکار سے
وقتِ نازک آپڑا جب سب کو یاد آئے حسینؑ
کیا ضرورت آپڑی دنیا کو تیرے خون کی
فاطمہؑ کے لاڈلے زینبؑ کے مانجائے حسینؑ
کتنے درد و غم تھے شامل اک غمِ اسلام میں
عارفانِ غم سے پوچھو رازِ غم ہائے حسینؑ
رُوئے زیبائے پیمبرؐ رونقِ کون و مکاں
رونقِ دوشِ پیمبرؐ روئے زیبائے حسینؑ
کیسے کیسے اہلِ دل تھے راہِ منزل میں مگر
کربلائے عشق کے محبوب کہلائے حسینؑ
صبح جنت کو چلا ہے حُرؑ سوادِ شام سے
دیدنی ہے آخری تصویرِ شیدائے حسینؑ

بن گئی انسان کا معبد زمینِ کربلا
نجمؔ جب عزم و عمل کی زندگی لائے حسینؑ

سلام

ذبح ابنِ مالکِ کوثر جو پیاسہ ہوگیا

پانی پانی شرم سے مجرائی دریا ہوگیا
مومنو رونے کی جا ہے قید میں زینبؑ رہی
کربلا میں قید میں فرزندِ زہراؑ ہوگیا
جب چچی نے بال کھولے تب سکینہؑ نے کہا
قتل کیا دریا پہ لوگو میرا سقہ ہوگیا
سر برھنہ ہو کے زینبؑ نے کہا شکر ہے
اب ہمارا حال اعدا کو طمانچہ ہوگیا
لاشِ اصغرؑ پہلوئے اکبرؑ میں رکھ کر بولے شاہؑ
اے علی اکبرؑ تمہارا باپ تنہا ہوگیا
اب تلک مقتل میں آ کر کہتی ہے رُوحِ بتولؑ
اے زمینِ کربلا مہماں ترا کیا ہوگیا
سر کھلے بازو بندھے وارث موئے پیارے موئے
ایک دن میں عطرتِ حیدرؑ پہ کیا کیا ہوگیا
پیاسے دریا پر گئے تھے مشک بھرنے کے لئے
پر چچا کے خون کا دریا ہی پیاسہ ہوگیا

بیٹھی بیٹھی بول اٹھی بانو کلیجہ تھام کر
ہائے وارث مرگئے گھر لٹ گیا کیا ہوگیا

سلام

معرکہ کرب و بلا کا سر کیا خیبر کے بعد

ہُو بہو گھر میں تھے عباسِ علیؑ حیدرؑ کے بعد
حیدرِ کرارؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے
شاہِ دیں جب ٹھوکریں کھانے لگے اکبرؑ کے بعد
دو ہی سجدے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ کی یادگار
ایک علی اکبرؑ سے پہلے ایک علی اصغرؑ کے بعد
وہ تو یوں کہیئے اجازت دی نہیں عباسؑ کو
دوسرے حیدرؑ کو دنیا دیکھتی حیدرؑ کے بعد

سلام

تپتے بن میں رہے پیاسے تو یہ سوکھا پانی

بچے روئے بھی تو آنکھوں سے نہ نکلا پانی
بے بسی دیکھ کے عباسؑ کا جی بیٹھ گیا
پیاسی بچی نے جو منہ کھول کے مانگا پانی
پیاس پر اُنکی نہ کیوں کر ہو کلیجہ پانی
تین دن جن کو نہ یوں دھوپ میں پہنچا پانی
تیسرا دن تھا کہ اصغرؑ کو نہ پانی دینا
بچہ چھ ماہ کا پیتا بھی تو کتنا پانی

سلام

وصفِ علیؑ رقم جو کئے جارہا ہوں میں

کفارہء گناہ دیئے جارہا ہوں میں
حق گوئی شرطِ الفتِ آلِ رسولؐ ہے
باطل کا پردہ چاک کئے جارہا ہوں میں
گر صد ہزار مشکلیں آئیں تو کیا حذر
مشکلکشاء کا نام لئے جارہا ہوں میں
روشن ہے دل میں آتشِ عشقِ ابوترابؑ
دامانِ تر کو آنچ دیئے جارہا ہوں میں
دستِ گناہ سے دامنِ دل چاک چاک ہے
اشکوں کے تار لے کے سیئے جا رہا ہوں میں
زائل ہو کیسے نشہء صہبائے حبِ دیں
چودہ پلارہے ہیں پیئے جارہا ہوں میں
انعامِ ایزدی کی نہیں کوئی انتہا
وہ دے رہا ہے اور لئے جارہا ہوں میں
دنیا سے کچھ بھی زادِ سفر لے سکا نہ ساتھ
داغِ غمِ حسینؑ لئے جارہا ہوں میں
زاہدؔ سنا ہے نزع میں آئینگے مرتضیٰؑ
یوں موت کی خوشی میں جیئے جا رہا ہوں میں

سلام

ذکرِ اکبرؑ سے دلِ شہؑ تہہ و بالا ہوگا

بعدِ بے شیر یہ غم اور دوبالا ہوگا
بعد بابا کے چراغ ہونگے نہ شمع ہوگی
گھر میں جب آگ لگے گی تو اجالا ہوگا
کہتی تھی جھاڑ کے بالوں سے زمیں کو زہراؑ
کہ یہاں دفن میری گود کا پالا ہوگا
کہتے تھے دیکھ کے سب راہ میں سرِ اکبرؑ کا
کس طرح ماں نے کلیجے کو سنبھالا ہوگا
کُوچ کی شب یہی صغراؑ نے کہا رو رو کر
کل نہ اس گھر میں کوئی گیسوؤں والا ہوگا
کوہِ غم شاہؑ نے کس طرح سے ٹالا ہوگا
نیزہ کیونکر دلِ اکبرؑ سے نکالا ہوگا
کمسنی دیکھ کے قاسمؑ کی لعیں کہتے تھے
ماں نے کس چاہ سے اس لعل کو پالا ہوگا

سلام

جو کہ مصروفِ سلامِ شہدا رہتا ہے

گو وہ رہتا نہیں پر نام صدا رہتا ہے
شاہِ دیں لاشہء اکبرؑ پہ کھڑے کہتے تھے
ہوش اس جا نہیں انساں کا بجا رہتا ہے

شمر کہتا تھا یہی ماں ہے علی اکبرؑ کی
جس کا ایک ہاتھ کلیجے پہ دھرا رہتا ہے
ہے یہ شرمندگی پانی کے نہ لیجانے کی
نیزے پر بھی سرِ عباسؑ جھکا رہتا ہے
ہند کی بیٹی نے زنداں میں سکینہؑ سے کہا
سر تیرا کس لئے اے بہنا کھلا رہتا ہے
باپ مارا گیا بھائی ہوئے زنداں میں اسیر
اس مصیبت میں بھلا ہوش بجا رہتا ہے
روکے وہ بولی یتیموں کی نشانی ہے یہی
کُرتا بے وارثِ بچوں کا پھٹا رہتا ہے
خواب میں آنکے عابدؑ سے یہ شہؑ نے پوچھا
بیٹا احوال تیرا قید میں کیا رہتا ہے
کہا سجادؑ نے اشک آنکھوں میں لب پر فریاد
پاؤں زنجیر میں رسی میں گلا رہتا ہے
رو کے یہ قاصدِ صغراؑ سے کہا عابدؑ نے
کہیو بھائی تیرا محتاجِ دوا رہتا ہے
شام ہوتی ہے تو اونٹوں سے اترتے ہیں حرم
پر سرِ شاہؑ تو نیزے پہ چڑھا رہتا ہے

سلام

سبق حسینؑ کی محنت سے لو خدا کیلئے

لہو بہایا تھا کیا ارضِ کربلا کیلئے
علیؑ پرست کہو یا خدا پرست مجھے
پکارتا ہوں علیؑ کو مگر خدا کیلیے
شباب اور علیؑ کا شباب کیا کہنا
خدا نے چھانٹ لیا جس کو لافتیٰ کیلئے
کسی کا سر بھی نہ پہنچا زہے عروجِ کمال
علیؑ کے پاؤں بھی تھے دوشِ مصطفیؐ کیلئے
نظر میں اسکی یہ لذاتِ دنیاوی کیا ہیں
وہ روزے دار مزے جس نے ہل اتیٰ کے لئے
حسینؑ کو جو ملے حق سے باپ ماں بھائی
نہ مصطفیؐ کیلئے تھے نہ مرتضیٰؑ کیلئے
رہِ عمل میں اٹھائے جو مرتضیٰؑ نے قدم
اصول بن گئے اللہ کی رضا کیلئے
ملے نہ ہونگے علیؑ کو وہ ماں کی گود میں بھی
مزے جو نیند کے بستر پہ مصطفیؐ کیلئے
کمی ستم کی کہیں بہرِ اہلبیتؑ نہ تھی
حسنؑ نے لطف مدینے میں کربلا کے لئے

جہادِ نفس میں سجاؑد کو یہ فکر کہاں
بچھے ہیں راہ میں کانٹے برھنہ پا کیلئے
جنابِ نجم یہ عُزلت گزینیاں کب تک
یہ بے نیاز روش چھوڑیئے خدا کیلئے

سلام

یہ کیوں کہوں نہ ملا تشنہ کام کو پانی

نہ تھا قبول ہی پینا اماؑم کو پانی
ذرا سا حکم جو دیتے فرات کو شبیرؑ
مجال تھی جو نہ آتا سلام کو پانی
ترستے کیا شہِؑ عالی مقام پانی کو
ترس گیا شہِؑ عالی مقام کو پانی
تلاش کرتا ہے اب تک ہر ایک ساحل پر
لبِ حسینِ علیہ السلام کو پانی
بساطِ ارض و سما کیوں الٹ نہیں جاتی
حسینؑ تشنہ دھن فوجِ شام کو پانی
جہاں تڑپتے ہوں سب تین دن کے فاقے سے
وہاں نہ صبح کو پانی نہ شام کو پانی
کمالِ بے ادبی تھا جو بڑھ کے چھولیتا
قسیم بادہء کوثر کے جام کو پانی

سلام

جبکہ سقائے حرم خلق سے پیاسہ اٹھا

مجرئی شورِ قیامت لبِ دریا اٹھا
روکے حضرت نے کہا تم کو خدا کو سونپا
دانہ پانی میرا اس شہر سے صغراؑ اٹھا
کیسی سقائے سکینہؑ کو ترائی تھی پسند
نہر سے بعدِ شہادت بھی نہ لاشہ اٹھا
آسماں رونے لگا کرب و بلا کانپ گئی
بھائی کی لاش سے اک بھائی جو روتا اٹھا
لاش دولھا کی دلھن کو نظر آئی ہےؔ ہےؔ
عقد کی صبح کو منہ پر سے جو مقنیٔ اٹھا
واہ کیا شیرِ الٰہی تھا علمدارِ حسینؑ
مرنے کے بعد بھی دریا سے نہ لاشہ اٹھا
خاکساری اسے کہتے ہیں کہ چالیسویں تک
نہ زمیں سے شہؑ مظلوم کا لاشہ اٹھا
باپ کے غم میں سکینہؑ نے قضا کی آخر
ننھی سی جان سے فرقت کا نہ صدمہ اٹھا
بانوؑ ہر صبح کو رو رو کے یہ کرتی تھی بین
دودھ پینے کو نہ اب تک میرا بچہ اٹھا

غل ہوا اہلِ حرم میں کہ سکینہؑ ہے یہ ہے
قید خانے میں جو ننھا سا جنازہ اٹھا

سلام

رسولؐ اپنے وصی کا شباب دیکھیں گے

علیؑ کے ہاتھ پہ خیبر کا باب دیکھیں گے
علیؑ کے روئے مبارک کے دیکھنے والے
اب اور کونسی حق کی کتاب دیکھیں گے
نبیؐ کے دوش پہ ایک اور نقش ابھر آیا
ہٹائیے تو قدم بوترابؑ دیکھیں گے
چلو علیؑ کو نظر بھر کے دیکھنے والو
نبیؐ کے فرش پہ ہیں محوِ خواب دیکھیں گے
رسولِ پاکؐ کی آنکھیں تو بند ہونے دو
علیؑ جہاں میں بڑا انقلاب دیکھیں گے
حسینؑ لاشہء اکبرؑ پہ رن میں جاتے ہیں
پسر کا خون میں ڈھلتا شباب دیکھیں گے
سرِ مبارکِ زینبؑ سے گر گئی ہے ردا
نکل تو آئے بھلا آفتاب دیکھیں گے
شرف غلامیء حیدرؑ کا ہم کو بس ہے رشید
وہ ہمکو دیتے ہیں اب کیا جواب دیکھیں گے

سلام

بتوں سے پاک کر کے کعبے کو حیدرؑ نکلتے ہیں

خدا کے گھر کو اب کر کے خدا کا گھر نکلتے ہیں
یہ غل تھا باپ کا ورثہ جواں بیٹے نے پایا ہے
علم عباسؑ لیکر صورتِ حیدرؑ نکلتے ہیں
بگڑنے والے سارے کام بن جاتے ہیں پل بھر میں
ہم اپنے گھر سے جب کہہ کر علیؑ حیدرؑ نکلتے ہیں
علیؑ نے توڑ کر کعبے کے بت دکھلا دیا سب کو
خدائی کرتے تھے کعبے میں وہ پتھر نکلتے ہیں
کہا عباسؑ نے اعدا سے کیوں چلتے ہو تم اڑ کر
قضا آتی ہے جب بھی چونٹیوں کے پر نکلتے ہیں
بلا کے تیرنے والے تھے دریائے شہادت میں
لہو میں ڈوب جاتے ہیں لبِ کوثر نکلتے ہیں
میرے اشکِ عزا یوں چشم سے باہر نکلتے ہیں
صدف سے جسطرح اے مجرئی گوہر نکلتے ہیں
صدائے مرحبا ہر سمت سے مجلس میں آتی ہے
جب ہم بزمِ عزا سے مرثیہ پڑھ کر نکلتے ہیں

سلام

غمِ حسینؑ میں بھولے مصیبتیں کیا کیا

اِس ایک درد نے بخشی ہیں راحتیں کیا کیا
علیؑ و فاطمہؑ زہرا و شبرؑ و شبیرؑ
رسولِ پاک پہ اتری تھیں آیتیں کیا کیا
گماں کسے تھا کہ حرؑ جا سکے گا جنت میں
درِ حسینؑ پہ بدلی ہیں قسمتیں کیا کیا
مقامِ خلد حیاتِ دوام و رزق و مدام
عطا ہوئی ہیں شہیدوں کو نعمتیں کیا کیا
ہر آنکھ گوہرِ اشکِ عزا لٹاتی ہے
غمِ حسینؑ نے بخشی ہیں دولتیں کیا کیا
کہیں خدا کے سوا کس سے یہ کربلا والے
گزرگئی ہیں دلوں پر قیامتیں کیا

سلام

جب احد میں کھینچتے تھے تیغ حیدرؑ بار بار

لافتیٰ کہتے تھے جبریل و پیمبرؐ بار بار
یاد رکھ اپنے ایماں کی گواہی کیلئے
ہم مناتے ہیں غمِ سبطِ پیمبرؐ بار بار
بار بار آتی رہی بن ٹھن کے دنیا سامنے
اور علیؑ مارا کئے ٹھوکر پہ ٹھوکر بار بار
مل گیا بسترِ شبِ ہجرت علیؑ کو مل گیا
جانشینی کا نہیں ملتا ہے بستر بار بار
کرتے ہیں اتمامِ حجت باعثِ نصرت نہیں
یہ جو ہل من ناصرٍ کہتے ہیں سرورؑ بار بار
کرتے جاتے شاہؑ کے قدموں پہ سر اپنے نثار
زندہ گر ہوتے بہتّر کے بہتّر بار بار
ایک سجدہ جو کیا سبطِ نبیؐ نے وقتِ عصر
ایسے سجدے میں نہیں جھکتا کوئی سر بار بار
رونے پاتی تھیں نہ اپنے وارثوں کو بی بیاں
تازیانے سے ستاتے تھے ستمگر بار بار
پیاس کی شدت سے اتنا خشک تھا شہؑ کا گلا
دستِ قاتل میں بھی رک جاتا تھا خنجر بار بار
کیا عجب عباسؑ حضرت سے کہیں کیجئے کرم
آستاں پر آ کے آتا ہے جوہر بار بار

سلام

سلامی چشم سے رہ رہ کے خونِ دل ٹپکتا ہے

غمِ سجادؑ بیکس دل میں کانٹا سا کھٹکتا ہے
گلِ زہراؑ کے غم میں بلبلیں ہیں نوحہ خواں ساری
صدا فریاد کی آتی ہے جب غنچہ چٹکتا ہے
دمِ تحریر گلریزی ہے یا سطریں ہیں کاغذ پر
صریرِ کلک ہے یا باغ میں بلبل چہکتا ہے
حرم روئے کہا جب آسماں کو دیکھ کر شہؑ نے
علی اکبرؑ اذاں دو صبح کا تارا چمکتا ہے
کہا صغراؑ نے شاید میرے بابا جاں پیاسے ہیں
گلے میں ساتویں تاریخ سے پانی اٹکتا ہے
کہا بانوؑ نے شہؑ سے تیر چلتے ہیں کلیجے پر
میرا منہ جب یہ بچہ نرگسی آنکھوں سے تکتا ہے
بچالو واسطہ زہراؑ کا صاحب میرے اصغرؑ کو
نہ بچہ دودھ پیتا ہے نہ اب آنکھیں جھپکتا ہے
یہ ننھے ننھے دونوں ہاتھ بل کھاتے ہیں تکیوں پر
مسوڑھے ہوگئے ہیں نیلگوں تالو چپکتا ہے
صراحی دار گردن جب مڑی جاتی ہے بن پانی
گلے میں سانس جب رکتی ہے سر دیدے پٹکتا ہے
سکینہؑ ناز پرور قید کی آفت کو کیا جانے
یہ عالم ہے قفس میں جسطرح طائر پھڑکتا ہے

سلام

انسان تھے سب شامل شبیرؑ کے لشکر میں

نکلے تھے بہتّر ہی دنیا کے بھرے گھر میں
مولا کے غلاموں میں جبریل بھی ہے میں بھی
بس فرق ہے اتنا سا میں در پہ ہوں وہ گھر میں
شبیرؑ سیاست کا وہ قائدِ اعظم ہے
آئین بنا ڈالا عاشور کو دن بھر میں
بے حبِ شہہؑ مرداں توثیق نہیں ہوتی
یوں نام لکھا لیجئے اسلام کے لشکر میں
حیدرؑ نظر آتے ہیں آغوشِ پیمبرؐ میں
تکرارِ تجلّی ہے کعبے کے نئے در میں
قرآن ہے بے معنی عطرت سے جدا ہوکر
جس گھر میں یہ آیا تھا معنی ہیں اسی گھر میں
معراج کی شب اپنے بستر پہ سہی لیکن
باتیں تو علیؑ کی تھیں اللہ و پیمبرؐ میں
اے نجم میں شاعر ہوں سرکارِ امامت کا
نظمیں میری پہنچیں گی دربارِ پیمبرؐ میں

سلام

مجلسِ شہ میں میرا برسرِ منبر ہونا

اسکو کہتے ہیں نصیبے کا سکندر ہونا
پہلے سوئے تو کوئی چھاؤں میں تلواروں کی
اتنا آساں تو نہیں نفسِ پیمبرؐ ہونا
اُنکے ایماں پہ بھی شک اِن پہ خدا کا دھوکہ
کس طرح مان لوں دونوں کا برابر ہونا
جنکو درکار ہو دنیا میں ابوذرؓ ہونا
اُسکو لازم ہے غبارِ درِ حیدرؑ ہونا
منزلِ عزمِ حسینیؑ ہے کہاں دور کی بات
پہلے سیکھے تو زمانہ علی اصغرؑ ہونا
غمِ شبیرؑ نے اشکوں کی بڑھادی قیمت
قطرہء آب کو دکھلادیا کوثر ہونا
زخم کھاکر بھی جو قاتل کو پلائے شربت
زیب دیتا ہے اُسے ساقیء کوثر ہونا
عمر بھر غیرتِ انساں کو ڈسے گا یہ خیال
بھولتا ہی نہیں زینبؑ کا کُھلے سر ہونا

سلام

متاعِ ذھن جسدن مسلکِ شبیرؑ ہوجائے

لہو کا رنگ بدلے دل نیا تعمیر ہوجائے
اگر انساں کو عرفانِ غمِ شبیرؑ ہوجائے
شعورِ حریت دنیا میں عالمگیر ہوجائے
سبق لے کربلا سے کر وہ میدانِ عمل پیدا
جہاں ہر اک نفس اک نعرہء تکبیر ہوجائے
حسینیؑ عزم کی منزل ہو ایسا قصدِ منزل ہو
قدم رکھتے ہی جادہ جادہء شبیرؑ ہوجائے
اگر منشائے فطرت خود نہ ہو کیونکر یہ ممکن ہے
کسی کی موت کا غم اور عالمگیر ہوجائے
حسینیؑ بزم میں پہلو بچاکر بیٹھنے والے
خدا ایسا کرے یہ درد دامن گیر ہوجائے
حیاتِ جاودانی ہے غمِ شبیرؑ میں مرنا
دھنی قسمت کا ہے جو کشتہء تاثیر ہوجائے
کہاں تک یہ مرّوت تجھ اک دن حق کے منکر سے
خدا لگتی کہو جو دل لگ کر تیر ہوجائے

سلام

رن میں دو قلب تڑپنے لگے اک تیر کے ساتھ

بازوئے شاہ چھدا گردنِ بے شیرؑ کے ساتھ
اپنے بے شیر کو شبیرؑ بچاتے کیونکر
زمیں لپٹی ہوئی آتی ہے قضا تیر کے ساتھ
شہؑ نے عباسؑ کا اک ہاتھ علم پر پایا
دوسرا ہاتھ ملا قبضہء شمشیر کے ساتھ
سر کے کٹنے پہ بھی زینبؑ سے جدائی نہ ہوئی
بھائی نیزے پہ رہا راہ میں ہمشیر کے ساتھ
کہتی تھیں مادرِ عباسؑ میں شرمندہ ہوں
میرے بازو نہ بندھے شاہؑ کی ہمشیر کے ساتھ
کہا صغراؑ نے لینے نہیں آئے اکبرؑ
بھائی شاید تمہیں الفت نہیں ہمشیر کے ساتھ
دفن اصغرؑ ہوئے شہؑ جھاڑ کے دامن اٹھے
ماں کی سب ختم مرادیں ہوئیں بے شیر کے ساتھ
شہؑ نے جلتی ہوئی ریتی پہ جو پہلو بدلے
کربلا کروٹیں لینے لگی شبیرؑ کے ساتھ

سلام

جو سجدہ ہوتا ہے معراجِ بندگی کیلئے

رسولؐ نے اسے چھوڑا حسینؑ ہی کیلئے
نبیؐ خدا کیلئے ہے علیؑ نبیؐ کیلئے
نہ ہو یہ ربط تو کوئی نہیں کسی کیلئے
رضائے حیدرؑ و رومالِ فاطمہؑ کی قسم
غمِ حسینؑ عبادت ہے زندگی کیلئے
علیؑ ہیں برسرِ پیکر تو کربلا میں حسینؑ
کلیجہ چاہیئے اسلام دوستی کیلئے
حسینیتؑ کے سفر کا جہاں ہوا آغاز
وہیں اجل نے قدم رکھے زندگی کیلئے
سلام خانہء زہراؑ تیرے چراغوں پر
بجھے ہیں شمعِ رسالت کی روشنی کیلئے
ردا بھی سر سے چھنی خیمے بھی جلائے گئے
عجیب وقت ہے زینبؑ کی بے بسی کیلئے
گلوئے سبطِ نبیؐ اور شمر کا خنجر
وہ لمحہ ایک قیامت ہے ہر نبیؐ کیلئے

سلام

وہ جس نے جلوۂ شبیرؑ تا حیدرؑ نہیں دیکھا

سرِ منظر تو دیکھا ہے پسِ منظر نہیں دیکھا
میری خوش قسمتی کو لوگ کیا جانے کہ دنیا نے
ستارے صرف دیکھے ہیں ستارہ گر نہیں دیکھا
حسین ابن علی دنیا نے میدانِ شہادت میں
ہزاروں سر تو دیکھے ہیں تیرا ہمسر نہیں دیکھا
علی کی راہ میں کتنے ہی موڑ آتے رہے لیکن
زمانہ موڑ کر دیکھا کبھی مڑ کر نہیں دیکھا
نبیؐ کے جانثار اصحاب کتنے ہی بہادر تھے
احد میں اس طرح بھاگے کہ پھر مڑ کر نہیں یکھا
ماہ و خورشید بھی دیکھے ماہ و خورشید کو لیکن
محمدؐ کے چراغوں سے فروزا تر نہیں دیکھا
تصور ہی سے گریہ ناک ہوجائینگی یہ آنکھیں
کلی کو دیکھ لے جس نے لبِ اصغرؑ نہیں دیکھا
غمِ شبیرؑ کا حصہ کوئی سجادؑ سے پوچھے
جہازِ اشک باری میں کہیں لنگر نہیں دیکھا
پھپھی کا ماں کا سر عریاں برادر اور پدر بے گور
غریب ایسا زمانے میں کوئی رہبر نہیں دیکھا

سلام

سلامی کہتے تھے شہ سر کٹائے جسکا جی چاہے

خدا کی راہ کا سودا ہے آئے جسکا جی چاہے
کہا حر نے بلاکر اپنے بیٹے اور برادر کو
میں جاتا ہوں سوئے فردوس آئے جسکا جی چاہے
گناہگاروں کی بخشش کا وسیلہ بزم ماتم ہے
یہاں بہرِ حسینؑ آنسو بہائے جسکا جی چاہے
کہا زینبؑ نے وارث مرگئے گھر لٹ گیا لوگو
ہمیں در در برھنہ سر پھرائے جسکا جی چاہے
طمانچے شمر کے کھا کر سکینہؑ رورو چلائی
میں بے وارث ہوں میرا دل دکھائے جسکا جی چاہے
کہا اکبر نے بے دینوں شبیہِ مصطفیٰؐ ہوں میں
نشاں اپنے پیمبر کا مٹائے جس کا جی چاہے
کہا شبیرؑ نے پیاسہ ہوں احمد کا نواسہ ہوں
مسلمانوں مجھے پانی پلائے جسکا جی چاہے
طوافِ قبر آقا آبروئے حِج اکبر ہے
ہمارا اپنا یہی کعبہ ہے آئے جس کا جی چاہے

سلام

ہوئے جو شاہ سے کارِ نمایاں ایسے ہوتے ہیں

تہہِ خنجر کئے سجدے مسلماں ایسے ہوتے ہیں
زمینِ کربلا کا پھول بوستانِ محمدؐ کے
بہاریں خلد صدقے ہیں بیاباں ایسے ہوتے ہیں
نبیؐ کا زانوئے اقدس ہے اور دونوں نواسے ہیں
جب ایسی رحل ہوتی ہے تو قرآں ایسے ہوتے ہیں
جوانی رن سے کہتی آ رہی ہے لاشِ قاسمؑ پر
کہ اسلامی جوانمردوں کے ارماں ایسے ہوتے ہیں
تلاوت میں سرِ شبیرؑ تھا قاتل کے نیزے پر
جو خود ہی منہ سے بول اٹھتے ہیں قرآں ایسے ہوتے ہیں
ہزاروں سے ترائی چھین لی جب ایک پیاسے نے
لبِ ساحل پکارا مردِ میداں ایسے ہوتے ہیں
گلے پر تیر کھا کر مسکرائے جب علی اصغرؑ
صدا آئی کہ راہِ حق میں قرباں ایسے ہوتے ہیں
سنا کر نجمؔ قصہ کربلا والے شہیدوں کا
مسلمانوں کو سمجھا دو مسلماں ایسے ہوتے ہیں

سلام

مسلماں نے بھلا دی داستانِ زندگی اپنی

ذرا صورت دکھا دینا حسینؑ ابنِ علیؑ اپنی
یہ تُو ہی تھا کہ برچھی کھینچ لی اکبرؑ کے سینے سے
وہ ابراہیمؑ تھے آنکھوں پہ پٹی باندھ لی اپنی
مٹا کر ذکر کو تیرے یزیدی ذہنیت والے
چھپانا چاہتے ہیں آج تک شرمندگی اپنی
نہیں ملتی تری تمثیل تاریخ دو عالم میں
کہ ایک سجدے میں منوالی خدا سے بندگی اپنی
ضعیفی کا عصا بازو کی قوت دل کی آبادی
خدا کی راہ میں دولت لٹاتا ہے سخی اپنی
تصور میں تیری تصویر اپنے ساتھ لیجاؤں
تیرا روضہ ہو دنیا پر نگاہِ آخری اپنی

سلام

جب کبھی دل نے کسی غم میں کہا ہائے حسینؑ

دیر تک عالمِ غربت میں نظر آئے حسینؑ
بندگی ایک تو بندوں کی حقیقت بھی ہے ایک
پھر جو منشائے محمدؐ ہے وہ منشائے حسینؑ

رات اندھیری ہے تو منزل سے بھٹکنا کیسا
اپنی آنکھوں میں ہے جب نقشِ کفِ پائے حسینؑ
خیمے کی طرف پھر گئے پھر آئے حسینؑ
ماں کا دل جانتا تھا گود میں کیا لائے حسینؑ
دی ہے قاسمؑ نے صدا آگیا سرورؑ کو جلال
لیکے عباسؑ کو مقتل میں نکل آئے حسینؑ
کاش تم دیکھتے بچے سے ہوا جو سلوک
روزِ عاشور یہ تھی ایک تمنائے حسینؑ
امتحانِ عصرِ سجدہ ہے شہہؑ کو منظور
ہے زمیں پر نگاہِ زلزلہ پیمائے حسینؑ
ہر قدم دشمنِ تازہ سے الجھنا ہے رشیدؔ
ہر نفس دیکھتے ہیں زورِ تولّائے حسینؑ

سلام

جب فشارِ وقت سے انسان گھبرا جائے ہے

کربلا بے ساختہ ایسے میں یاد آجائے ہے
وہ نکلتا جا رہا ہے خیمۂ ظلمت سے حرؑ
دیکھو سورج گہن سے یوں نکلتا جائے ہے
تربیت ذہنوں کی کرتی جارہی ہے کربلا
آدمی خوابیدہ تھا بیدار ہوتا جائے ہے

جب چلے عباسؑ دریا سے تو بول اٹھے عدو
مشک میں پانی نہیں کوثر چھلکتا جائے ہے
خشک ہونٹوں سے علی اصغرؑ نے وہ حملہ کیا
اب یزیدی فوج سے ٹھہرا نہ بھاگا جائے ہے
جھومتی تھیں یوں تصور میں علی اصغرؑ کی ماں
دل بہلتا جائے ہے جھولا جو ہلتا جائے ہے

سلام

صحنِ مقتل کو جو سجدوں سے سجا دیتے ہیں

خوں کے ہر قطرے کو تاریخ بنادیتے ہیں
امتی یوں بھی رسالت کا صلہ دیتے ہیں
گھر جلادیتے ہیں قرآن جلادیتے ہیں
ذکرِ شبیرؑ ہے خود وقت کے ہونٹوں کی پکار
ہم تو آواز میں آواز ملادیتے ہیں
جب بھی آجاتا ہے سقائے سکینہؑ کا خیال
بچے سوکھے ہوئے کوزوں کو گرا دیتے ہیں
نصرتِ دیں کو بلاتی ہے جب آوازِ امامؑ
بچے لبیک کی جھولے سے صدا دیتے ہیں
رخِ زینبؑ سے نگاہوں کو ہٹانے کیلئے
شاہِ دیںؑ نیزے پہ قرآن سنادیتے ہیں

سلام

زمینِ کربلا بھی یاد کرتی ہے تہہ دل سے

نہ پوچھو زائروں کو کیا صدا آتی ہے منزل سے
گزر جاتی ہیں عمریں کربلا کا غم سمجھنے میں
یہ آب وگِل کا پیکر آدمی بنتا ہے مشکل سے
ہمیں پردیس میں بھی رنجِ تنہائی نہیں رہتا
صدائے یا حسینؑ آئی جہاں دل مل گیا دل سے
شہادت کا شرف پایا تولا میں فنا ہو کر
اٹھے بھی ہم تو زندہ ہی اٹھے دنیا کی محفل سے
ولائے اہلبیتِؑ مصطفیٰؐ کی عظمتیں پوچھو
کسی شائستہ ءِ غم سے کسی شائستہ ء دل سے
گرے عباسؑ گھوڑے سے تو گونجی یہ صدا رن میں
سرک جائیگا دریا لاش اٹھے گی نہ ساحل سے
وہ اس ماحول سے شکرِ خدا کرتے گئے ہونگے
جو زنداں کو سدھارے شام کے حاکم کی محفل سے
علیؑ نے دودھ کا شربت پلایا ابنِ ملجم کو
کسی نے اس طرح بدلہ لیا ہوگا نہ قاتل سے
جگہ بزمِ غزل میں دیں نہ دیں وارفتہ ء دنیا
مجھے ہے نجم نسبت مدحتِ مولاؑ کی محفل سے

سلام

تمام منظرِ عالم پہ کیسے چھائے حسینؑ

جہاں مقام تھا رونے کا مسکرائے حسینؑ
قدم قدم پہ مصائب کا سامنا ہی رہا
مگر نہ راہِ محبت میں ڈگمگائے حسینؑ
ہزار ظلم و ستم گو کہ ڈھائے اعدا نے
مگر نہ حرفِ شکایت زباں پہ لائے حسینؑ
نہ جھاڑ بادِ صبا اسکو اپنے دامن سے
جبینِ شوق پہ رہنے دے خاکِ پائے حسینؑ
پسر کی لاش پہ جس وقت مسکرائے حسینؑ
کہ جھک کے چوم لئے آسماں نے پائے حسینؑ
وہاں فلک کی ستائی وہ بنتِ زہراؑ ہے
قدم قدم پہ جو گرتی ہے کہہ کے ہائے حسینؑ

سلام

شہیدِ نازِ جانانِ جہاں ہیں کربلا والے

خدا شاہد امامِ عاشقاں ہیں کربلا والے
مکینِ کائناتِ جاوداں ہیں کربلا والے
وہ ہے اک مختلف دنیا جہاں ہیں کربلا والے
دلوں میں جس جگہ حق ہے اُنہیں بھی بس وہیں ڈھونڈو
نگاہوں سے نہاں ہوکر عیاں ہیں کربلا والے

اِدھر بھی اک نظر اے زائرانِ کعبہ و طیبہ
یہاں کعبے کا قبلہ ہیں یہاں ہیں کربلا والے
شفاعت کیلئے کہتے پھریں گے لوگ محشر میں
کہاں ہیں کربلا والے کہاں ہیں کربلا والے
زمینِ کربلا اُس وقت اٹھ کر یہ پکارے گی
یہاں ہیں کربلا والے یہاں ہیں کربلا والے
پکاری فوج تیور دیکھ کر عونؑ و محمدؑ کے
سبھی چھوٹے بڑے شیر ژیاں ہیں کربلا والے
زمانہ دشمنِ نام و نشاں ہے آج تک جن کا
وہی چشم و چراغِ آسماں ہیں کربلا والے
جو لُٹ کر دشت غربت میں ہوئے تھے بے سروساماں
وہی سرمایہء باغِ جناں ہیں کربلا والے
علی اصغرؑ ہوں یا ابنِ مظاہرؑ جوش و جرات میں
سبھی فخر جوانانِ جہاں ہیں کربلا والے

سلام

اے سلامی حشر کے دن خوف کچھ کھانا نہیں

شافع محشر علیؑ ہیں دیکھو گھبرانا نہیں
جب فرشتوں نے اٹھایا قبر میں بولے علیؑ
ہم تیری بالیں پہ ہیں موجود گھبرانا نہیں
میری مٹی کو نہ ہوئے قبرِ ایذائے فشار
بوترابی ہوں مجھے کیا تو نے پہچانا نہیں

کہنے دیجئے یاعلیؑ سرشارِ الفت کو خدا
جرم کے قابل کسی مذہب میں دیوانہ نہیں
حشر میں ممکن ہے یہ کہکر نصیری چھوٹ جائے
ہم تو انساں ہیں فرشتوں نے بھی پہچانا نہیں
بعدِ قتلِ اقربا خیمے میں آئے جب حسینؑ
ایسی صورت تھی کہ زینبؑ نے بھی پہچانا نہیں

سلام

جو ربطِ الفتِ نفسِ پیمبرؐ توڑ دیتے ہیں

ہم اپنے سارے رشتے انُ سے یکسر توڑ دیتے ہیں
اگر جھوٹے خدا چڑھ جاتے ہیں دیوارِ کعبہ پر
تو یہ دوشِ رسولِ حق پہ چڑھ کر توڑ دیتے ہیں
علی کا زور تلواروں پہ تکیہ کر نہیں سکتا
یہ تلواروں کو بھی میداں میں اکثر توڑ دیتے ہیں
کسی کی خودسری آگے علیؑ کے چل نہیں سکتی
جوانِ کے سامنے اٹھتا ہے وہ سر توڑ دیتے ہیں
علم لہراتے ہیں جب توڑتے ہیں ہمتِ باطل
علم جب نصب کرتے ہیں تو پتھر توڑ دیتے ہیں
وہ بے ایمان پیاسے ہی مریں گے روزِ محشر بھی
عداوت کرکے جو ساقی سے ساغر توڑ دیتے ہیں

کوئی کیا جانے اُنکے بازوؤں میں زور کیا ہوگا
جو اپنی انگلیوں سے بابِ خیبر توڑ دیتے ہیں
علیؑ کے سامنے ہے کیا حقیقت رشتہ داری کی
مسلماں جوڑ دیتے ہیں یہ بڑھ کر توڑ دیتے ہیں

سلام

مدحِ علیؑ کا میں نہیں دفتر لئے ہوئے

ہاتھوں پہ ہوں نجات کا محضر لئے ہوئے
جھولے میں بھی تو کھیل علیؑ کے نرالے ہیں
ہیں انگلیوں میں کلہء اژدر لئے ہوئے
روح الامیں پروں کو ذرا گن تو لیجئے
پھرتی ہے ذوالفقارِ علیؑ پر لئے ہوئے
حیدرؑ کو چشمِ بد سے بچائے میرا خدا
قائم ہوا پہ ہے درِ خیبر لئے ہوئے
عباسؑ بھر کے مشک جو نکلے تو غل ہوا
حیدرؑ چلے ہیں دوش پہ کوثر لئے ہوئے
بولی سکینہؑ اے پھپھی اماں کہاں ہیں آپ
جاتا ہے شمر وہ میرے گوہر لئے ہوئے
عابدؑ کبھی جو ضعف سے رکتے تھے بار بار
بڑھتے تھے تازیانہ ستم گر لئے ہوئے
تیار قافلہ ہے لطافتؔ پئے سفر
ہم بھی کھڑے ہیں کاندھے پہ بستر لئے ہوئے

سلام

ہے سلام اُس پہ جو کہتی تھی صدا ہائے حسینؑ

ظالموں نے تجھے پانی نہ دیا ہائے حسینؑ
علی اکبرؑ نے تیرے سامنے برچھی کھائی
قتل اصغرؑ تیرے ہاتھوں پہ ہوا ہائے حسینؑ
زخم لگتا تھا جو حضرت کے تنِ نازک پر
لاشِ انصار سے آتی تھی صدا ہائے حسینؑ
گھوڑے دوڑائے لعینوں نے تیرے لاشِ پر
جیسے تو سبطِ پیمبرؐ ہی نہ تھا ہائے حسینؑ
نہ رہا کوئی جنازے کا اٹھانے والا
تنِ زخمی تیرا تیروں پہ رہا ہائے حسینؑ
شمرِ بے دین نے کچھ اسطرح سے موتی چھینے
خون کانوں سے سکینہؑ کے بہا ہائے حسینؑ
دکھ پہ دکھ سہہ کے جسے فاطمہؑ نے پالا تھا
اس پہ بے دینوں نے یہ ظلم کیا ہائے حسین
جل گئے خیمے چھنی چادریں سامان لٹا
بعد تیرے ہوئی ہم پر یہ جفا ہائے حسینؑ

جس جگہ خیمہء زینبؑ تھا وہاں سے اب تک
آج بھی آتی ہے کانوں میں صدا ہائے حسینؑ
عمر بھر ماتمِ شبیرؑ میں گزرے محبوبؔ
قبر سے بھی تیرے آئیگی صدا ہائے حسینؑ

سلام

تڑپ نہ جانا کہیں دل کو تھام لو بھائی

دمشق سے بہن آئی سلام لو بھائی
ذرا گنو تو سہی کتنے نشاں ہیں دروں کے
حسابِ معرکہء فتحِ شام لو بھائی
بنائی قبر سکینہؑ کی میں نے زنداں میں
اب اور ایسے نہ زینبؑ سے کام لو بھائی
بہن نے کام کیا والدہ سے کہہ دینا
میری طرف سے یہی ایک پیام لو بھائی
تھا ایک وقت کہ میں نے رکاب تھامی تھی
سوار ہوتی ہوں بازو کو تھام لو بھائی

سلام

آتے ہیں میرے خواب میں مولا کبھی کبھی

میں دیکھتا ہوں طور کا جلوہ کبھی کبھی
اٹھنا محال ہوتا تھا لنگر کے طوق سے
تھک کر جو بیٹھ جاتے ہیں مولا کبھی کبھی

کیا ظالموں کو مل گیا قتلِ حسینؑ سے
میں سوچتا ہوں بیٹھ کے تنہا کبھی کبھی
نہ جانے کس خیال میں کھو جاتی تھیں رباب
خالی جھلانے لگتی تھیں جھولا کبھی کبھی

سلام

کسی در پر درِ ساقی کے مستانے نہیں جاتے

اندھیرا ہو تو بھولے سے بھی پروانے نہیں جاتے
خدا و مصطفیٰؐ مرتضےٰؑ کی معرفت کیا ہو
یہ پہچنوائے تو جاتے ہیں پہچانے نہیں جاتے
درِ جنت پہ بھی پہچاننے والوں کا پہرہ ہے
وہاں اپنے چلے جاتے ہیں بیگانے نہیں جاتے
علیؑ سے بغض چہروں کی نقابیں چاک کرتا ہے
منافق تا قیامت ورنہ پہچانے نہیں جاتے
یہ شب کی اوس دن کی دھوپ نے چہرے بگاڑے ہیں
اسیرانِ جفا ہندہ سے پہچانے نہیں جاتے
نہ ہوتا مرحلہ امت کی بخشش کا تو پھر اصغرؑ
پدر کی گود میں تیرِ ستم کھانے نہیں جاتے
مچلتا ہے دلِ ناداں تو سمجھاتا ہوں قیصؔ اکثر
کہ دانا کربلا جاتے ہیں دیوانے نہیں جاتے

سلام

مجرئی اوج پہ ہے دیدہء گریاں اپنا

ابرِ تر کہتے ہیں جسکو وہ ہے داماں اپنا
دیکھ کر شاہؑ کا سر کہتے تھے رو رو رہگیر
دل ہے شاہؑ تیرے اعجاز پہ قرباں اپنا
جب سے پیدا ہوئے ہم خلق میں کہلائے حسینؑ
اب ہے دنیا میں لقب شاہِ شہیداں اپنا
بیٹا وہ جاتا ہے پہنے ہوئے طوق و زنجیر
کنبہ وہ اونٹوں پہ ہے باسرِ عریاں اپنا
ہند سے رو کے سکینہؑ نے کہا سن بی بی
باپ مارے گئے گھر ہوگیا ویراں اپنا
اے سرِ پاک لقب کیا ہے تیرا نام ہے کیا
دی صدا سر نے کہ پنہاں نہیں رتبہ اپنا
فاطمہؑ ماں ہے علیؑ باپ اور جد وہ ہے
جسکو کہتے ہیں نبیؐ سارے مسلماں اپنا

سلام

سانس اکھڑی ظلم کی بدعت کے طوفاں تھم رہے

کیا قدم تھے جو زمینِ کربلا پر جم رہے
کیا حسینؑ قافلے میں تھا شعورِ زندگی
بڑھ گیا جوشِ عمل جب مرنے والے کم رہے
روحِ شبیری کا پرتو دیکھنا انصار میں
رخ پہ زردی تک نہ آئی دم میں جب تک دم رہے
کہہ رہا ہے اسوہء محنت کشانِ کربلا
عیشِ دنیا چھوڑ کر دنیا میں ہم ہی ہم رہے
جسکے دم سے خون میں گرمی ہے نبضوں میں دھمک
کسکی غیرت چاہتی ہے اُسکا ماتم کم رہے
اے مسلماں قتل اور قتلِ حسینؑ ابن علیؑ
حشر تک شاید مزاجِ عافیت پر ہم رہے
اُسوہء شبیر شمعِ محفلِ اسلام ہے
یہ اجالا جب رہا آگے اندھیرے کم رہے
مے تولا کی پیئے جاتا ہوں سوتے جاگتے
یہ نہیں وہ گردشِ ساغر جو دم بھر دم رہے
آسماں پر دل رہا اور عرشِ اعظم پر دماغ
نجمؔ جب ارضِ نجف پر زیبِ منبر ہم رہے

سلام

رُخ سمتِ کربلائے معلیٰ اگر نہیں

انسانیت کی اور کوئی رہگزر نہیں
صد شکر مل گیا مجھے در اہلبیتؑ کا
توفیقِ معرفت ہے کہ میں در بدر نہیں

تم کیا کروگے ماتمِ شبیرؑ کا علاج
یہ دردِ دل ہے چارہ گرو دردِ سر نہیں
میں ہوں غمِ حسینؑ میں دونوں سے بے نیاز
جینے کی آرزو نہیں مرنے کا ڈر نہیں
اکبرؑ کی موت اُنکی جوانی کو دیکھئے
اک آفتابِ حُسن ہے نیزے پہ سر نہیں

سلام

اکبرؑ نبیؐ نہیں ہے نبیؐ کا شباب ہے

صورت ہے لیکن اپنی جگہ خود کتاب ہے
وہ آرہا ہے فوجِ عدو سے نکل کے حرؑ
اکبرؑ تیری اذاں کا یہ پہلا جواب ہے
جزبہ کبھی کٹا ہے کسی ضربِ تیغ سے
لوگو حسینؑ فرد نہیں انقلاب ہے
اکبرؑ اذاں کے وقت سراپا رسولؐ تھا
اب منزلِ جہاد ہے اب بوتراب ہے
اکبرؑ کی سمت ہے نگاہِ وارثِ رسولؐ
دینِ خدا کا لب پہ سوالِ شباب ہے
خود دھوپ سایہ ہو جو اشارہ کریں امامؑ
پھیرا تھا جو علیؑ نے وہی آفتاب ہے

سلام

سلامی کربلا کو جب چلے حضرتؑ مدینے سے

بہت روئے لگاکر فاطمہ صغراؑ کو سینے سے
پکارے الوداع اے فاطمہ صغراؑ خدا حافظ
ہمیں تم پھر نہ دیکھوگی یہ ہم سمجھے قرینے سے
نہ کرنا یاد بھی ہم کو سمجھنا مرگئے بابا
مٹادینا ہمارا نام ہی دل کے نگینے سے
خوشی کرنا رجب کے ماہ سے تا ماہِ ذی الحج تک
مگر کرنا عزاداری محرم کے مہینے سے
تمہارے کپڑے میلے ہیں بدل ڈالو انہیں صغراؑ
کہا بابا معطر ہیں علی اصغرؑ کے پسینے سے
کہا شبیرؑ نے کھائینگے اصغرؑ تیر گردن پر
محبت مت کرو مایوس ہو بھائی کے جینے سے
چچا کے ہاتھ کٹ جائینگے قاسمؑ کا کٹے گا سر
گزر جائیگا جب نیزہ علی اکبرؑ کے سینے سے
یہ کہہ کر آئے سبطِ مصطفیٰ مسجد میں احمد کی
لپٹ کر دیر تک رویا کئے منبر کے زینے سے
فصیح اک شور برپا تھا وہاں فریاد و شیون کا
حسین ابنِ علیؑ کا کوچ ہوتا ہے مدینے سے